جامعہ مدنیہ (جدید) کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

ستمبر
سنہ ۲۰۰۰ء

جمادی الاُخریٰ
سنہ ۱۴۲۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ ـ ستمبر ۲۰۰۰ء شمارہ : ۹

مدیر اعلیٰ
سیّد محمود میاں
مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ـــــــ سالانہ	۱۳۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی ـــــــ	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش ـــــــ	۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ ـــــــ	۱۶ ڈالر
برطانیہ ـــــــ	۲۰ ڈالر

◯ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ـــــ سے آپ کی مُدّتِ خریداری ختم ہو گئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ـــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے

دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

پوسٹ کوڈ : ۵۴۰۰۰ فون : ۷۷۵۰۰۲

فون / فیکس نمبر : ۷۷۲۶۷۰۲ ۴۲-۹۲

E-mail: jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ	۵
حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب	۱۱
آہ ۔ میرے شیخ	مولانا نعیم امجد سلیمی	۲۵
نوائے حق	مولانا زاہد الراشدی صاحب	۳۰
جامعہ مدنیہ	حضرت حاجی محمود احمد عارفؒ	۳۳
عرضِ احوال	حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۳۴
تجویز امارت شرعیہ فی الہند	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۳۷
حاصل مطالعہ	حضرت مولانا نعیم الدّین صاحب	۵۳
اخبار و احوال جامعہ جدید	مولوی محمد قاسم امین	۵۹
بزم قارئین		۶۱

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

۲۵؍اگست کے روزنامہ میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ "واپڈا" نے مساجد سمیت تمام دینی اور غیر مسلم اقلیتی فرقوں کی عبادت گاہوں پر جنرل سیلز ٹیکس لگادیا ہے۔ خبر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ رائے ونڈ تبلیغی مرکز کی انتظامیہ نے جنرل سیلز ٹیکس کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے اس کو چیلنج کردیا ہے۔ جنرل مینجر کسٹمز سروسز کے نام بھجوائے گئے کیس میں جواب مانگا گیا ہے کہ تبلیغی مرکز میں کونسا کمرشل کام ہوتا ہے جس کے بلوں پر وہ جنرل سیلز ٹیکس ادا کریں انتظامیہ کا کہنا ہے کہ یہاں کاروبار نہیں صرف اسلام کی تبلیغ ہوتی ہے، تبلیغی مرکز نے مساجد اور دیگر عبادت گاہوں کو بھی جنرل سیلز ٹیکس سے مستثنٰی قرار دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ واضح رہے کہ جی ایس ٹی نہ صرف بجلی بلکہ گیس کے بلوں پر بھی جاری سال کے شروع سے لیا جارہا ہے یہ ٹیکس جس سے بھی لیا جارہا ہے دیگر بیشتر ٹیکسوں کی طرح ظالمانہ ہے جس کا تمام تر بوجھ بالآخر عام آدمی کے اُوپر پڑ رہا ہے جس سے اس معاشی بدحالی میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ حالانکہ عام آدمی کے لیے امن وامان اور معاشی سہولیات کی فراہمی حکومت کی اوّلین ذمّہ داری ہے جس میں وہ بُری طرح سے ناکام ہے۔ دینی مدارس، مساجد، تبلیغی مراکز ملک کے غیر تجارتی اور اعلیٰ ترین فلاحی ادارے ہیں جن کی خدمات ملک وقوم کے لیے سرمایہ ہیں جن سے پیدا ہونے والے افراد دینی اور اخلاقی اقدار کے بے لوث محافظ ہیں۔ ہم اس سلسلہ میں تبلیغی مرکز کے موقف کے حامی ہیں بلکہ حکومت سے ڈنکے کی چوٹ مزید یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ وہ سرے سے بجلی گیس اور پانی کے بلوں ہی سے ان اعلیٰ ترین فلاحی اداروں کا استثناء کرے۔

امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی دامت برکاتہم العالیہ کو صدمہ

گزشتہ ماہ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۲۴ اگست بروز جمعرات علی الصبح حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم العالیہ کی اہلیہ محترمہ عارضہ قلب کے سبب رحلت فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ طویل عرصہ سے عارضہ قلب میں مبتلا تھیں مگر اس کے باوجود عبادت خدمتِ خلق اور مہمان نوازی میں ہمیشہ پیش پیش رہتیں جیساکہ خانوادۂ مدنی کا طغرائے امتیاز ہے۔ مرحومہ کی وفات خدّامِ ادارہ اپنا صدمہ تصوّر کرتے ہیں اور مرحومہ کے پسماندگان بالخصوص حضرت اقدس اُن کی اولاد اور حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب مدظلہم العالی جو کہ مرحومہ کے برادر بزرگ ہیں سے تعزیّت کرتے ہوئے دُعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو مغفرت فرما کر اعلیٰ فردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ جامعہ (جدید) میں قرآن خوانی کے بعد مرحومہ کو ایصالِ ثواب کیا گیا جملہ قارئین سے بھی اس کی پُرزور درخواست ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

مولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

درسِ حدیث

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۲۸ سائیڈ اے ۸۳-۱۲-۱۶

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وّآلہ واصحابہ اجمعین

امابعد ! سیّدنا ابوبکر صدّیق، حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہم کے حالات مُبارکہ اور آپ کے بارے میں جو ارشادات یہاں گزرے ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھا یَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا وہ حق کہتے ہیں اگرچہ وہ کسی کو کڑوا لگے۔ حق تو کڑوا ہوتا ہی ہے۔ ترکہ الحق ومالہ من صدّیق۔

حق پر چلنے میں اُن کو ایسا کر دیا ہے کہ اُن کا کوئی دوست نہیں رہا تو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں جو ارشاد تھا کہ ـــــ اگر اِنہیں امیر بنالو گے تو قوی، امین اور ایسا کہ لایخاف فی اللہ لومۃ لائم اللہ کے بارے میں کسی کی پرواہ نہ ہوگی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ ہوگا۔

حضرت علیؓ کے مناقب

وَاِنْ تُؤَمِّرُوْا عَلِیًّا اور اگر امیر بنالو علی کو وَلَا اَرَاکُمْ فَاعِلِیْنَ اور میں تمہیں ایسا کرتا ہُوا نہیں دیکھتا کہ تم ایسا کرو گے لیکن اگر ایسے کرلو تو تَجِدُوْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا تو تم ان کو پاؤ گے کہ وہ خود ہدایت پر اور ہدایت دینے والے لوگوں میں ہیں۔ یأخذ بکُمُ الطَّرِیْقَ الْمُسْتَقِیْمَ تم کو وہ سیدھے راستے پر لے کر چلیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ دَارَ اے خداوندِ کریم ! تو

ان کے ساتھ حق رکھنا جہاں بھی یہ جائیں۔

دَورِ خلافت اور اسفار کی کثرت

تو اُنھوں نے سفر تو کیے اپنے دَورِ خلافت میں فوراً ہی سفر کرنا پڑا اُن کو جمل کے لیے بصرہ کے لیے اور پھر سفر کرنا پڑا صفین کے لیے اور پھر کُوفہ آئے وہاں جمع ہو گئے خوارج پھر اُن کے لیے اُنھوں نے تیاریاں کیں اور گئے اہواز کے علاقہ میں اُن سے جو لڑائیاں ہوتی رہیں تو اس طرح سے رہے تو وہ ساڑھے چار سال دَورِ خلافت میں اسی طرح سے خاصا وقت گزر گیا۔

تمام اہلِ سُنّت کا اتّفاق ہے کہ وہ حق پر تھے انکے ارشادات باغیوں کے متعلق بعد میں قانون بن گئے

لیکن ان کو یہی کہا جاتا ہے سب لوگ یہی تسلیم کرتے ہیں کہ وہی حق پر تھے اور جو کچھ اُن کے ارشادات ہیں لڑائیوں میں باغیوں کے بارے میں عین حالتِ جنگ میں وہ سب ارشادات ائمہ اہلِ سُنّت امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہم سب نے ان ارشادات پر ایسے حالات میں عمل کرنا بتلایا ہے وہی چیز جو اُنھوں نے بتائی وہی قانون قاعدہ بن گیا۔

چند مثالیں

انھوں نے مثلاً یہ ایک قاعدہ بنایا تھا کہ لڑائی میں پہل نہیں کرنی جب تک ہمارا مد مقابل کوئی کارروائی نہیں کرے گا۔ ہم بھی کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ یہی اُصول ہے حکومت جو ہے باغی سے سبقت نہیں کرے گی۔ مار پٹائی میں، حملہ میں، قتل میں، لڑائی میں سبقت نہیں کریگی۔ توقف کرے گی سمجھائے گی، موقع دے گی۔ اگر اس موقع سے وہ ناجائز فائدہ اُٹھائیں اور کوئی کارروائی کریں اس طرح کی پھر مقابلے میں آنا ٹھیک ہے۔

نمبر ۲۔ اُنھوں نے مثلاً اُصول بتایا جو آدمی رجوع کرے اسے چھوڑ دیں، چنانچہ چھوڑ دیتے تھے۔ کسی کو قیدی بنا کر نہیں رکھا۔

باغی مروان کی قید اور رہائی

بصرہ میں جو سب سے پہلی لڑائی ہوئی ہے اس میں یہ مروان قید ہو کر آیا ہے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھوڑ دیا بلکہ سب کو چھوڑ دیا۔ اُنھوں نے اعلان کیا بصرہ میں داخل ہونے سے پہلے کہ جو آدمی اپنے گھر کا دروازہ بند کرے (پس تم اندر نہ جاؤ) چھوڑ دو اسے۔ جو آدمی ہتھیار ڈال دے اُس کو بھی چھوڑ دیا۔ کوئی آدمی لڑ رہا ہے لڑتے لڑتے وہ بھاگ

کھڑا ہوا جب وہ بھاگ کھڑا ہوگا تو پیچھے سے حملہ نہیں کرتے تھے اسے بھاگنے دیتے تھے اور اگر کوئی آدمی زخمی ہوگیا ہے تو پھر یہ نہ کرو کہ اس کو اور زخمی کرکے ختم کر دو بلکہ اس کے مرہم پٹی کرو اس کو اُٹھالو تو یہی چیزیں ساری کی ساری قاعدے بن گئے ضابطے بن گئے قانون بن گئے جو کچھ اُنھوں نے فرمایا اس کو تمام علمائے اہلِ سُنّت نے تمام فقہائے اربع نے اور اُن کے متبعین نے اپنے ہاں قانون بنایا۔ امام مالک ہوں، امام احمد ہوں، امام اعظم ہوں، امام شافعی ہوں سب اُن کے اقوال پیش کرتے ہیں کہ اُنھوں نے یہ فرمایا تھا لہٰذا ایسے حالات میں یہ حکم ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد ہُوا کہ اِنْ تُؤَمِّرُوا عَلِیًّا وَلَا اُرَاکُمْ فَاعِلِیْنَ اگر تم امیر بنالو علی کو تو میں نہیں خیال کرتا کہ تم ایسا کروگے۔

باغیوں کی یلغار، حضرت عثمانؓ کی شہادت

اور قدرتی طور پر ایسی صورت بنی ہے اور حالات ایسے عجیب پریشان کُن ہوگئے کہ باغی جمع ہوگئے چڑھائی کرکے آگئے۔ مدینہ منوّرہ پر کنٹرول اُن کا ہوگیا اور جب کسی کا کنٹرول ہو جائے تو ہلنا، حرکت کرنا بات کرنی، جانا نکلنا وہاں سے، یہ سب مشکل اور ناممکن ہو جاتے ہیں تو اُنھوں نے خلیفہ وقت حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت علیؓ سے خلیفہ بن جانے کی درخواست اور اُن کی جانب سے انکار

شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے درخواست کی کہ آپ امیر ہو جائیں آپ کے ہاتھ پر ہم بیعت کرتے ہیں۔ یہ درخواست کرنے والے وہی باغی تھے جنھوں نے شہید کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو۔ اُنھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا کہ تمہارے کہنے سے میں بیعت نہیں کروں گا اور بھی صحابہ کرام کے پاس یہ لوگ گئے کہ آپ یہ امارت قبول کرلیں۔ سب نے منع کر دیا پھر مدینہ منوّرہ کے باشندوں نے کہا کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ حکومت پر کوئی بھی نہ ہو، بے حکمران کے حکومت چلے یہ تو بالکل ہُوا ہی نہیں کرتا اور دُنیا میں کسی بھی جگہ نہیں ہے۔

اہلِ بدر کا مقام

تو ان کو آپ نے یہ جواب دیا کہ یہ معاملہ ایسے ہے کہ مَیں تم لوگوں کے کہنے سے بھی بیعت نہیں لُوں گا جب تک اہل بدر نہ آئیں تو اس وقت بدری حضرات جو تھے وہ اسّی کے قریب حیات تھے باقی تین سو تیرہ حضرات میں سے سب کے سب یا وفات پاگئے

تھے یا شہید ہوگئے تھے۔ جو مسیلمہ کذّاب سے جہاد ہُوا اور جہاد ہُوئے اُس میں وہ جاتے رہے اور شہید ہوتے رہے تو اسّی کے قریب صرف حضرات رہ گئے۔

وفات کے وقت بھی اپنے مال کو صالحین پر خرچ کرنے کا جذبہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی جب وفات ہُوئی تو اُس وقت اُنھوں نے وصیّت کی تھی کہ ہر اہلِ بدر میں سے جو بھی زندہ ہو میرے ترکہ میں سے ہر ایک کو اتنا اتنا ہدیہ پیش کر دینا یہ اُنھوں نے وصیّت فرمائی تھی تو اس وقت شمار کیا گیا تو وہ سو تھے جن میں خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ تو چند سال بعد یہ ہُوا کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات ہُوئی ہے تو وہ اسّی باقی تھے۔

آپ نے اہلِ بدر کے اصرار پر بیعت لی

یہ لوگ آئے اور اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بات کی درخواست کی تو پھر اُنھوں نے بیعت کی ہے۔

حضرت علیؓ پر الزام جھوٹا ہے

اَب یہ سمجھ لینا کہ یہ جو کچھ کارروائی ہُوئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف وہ معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کی تھی یہ تو بہت بڑی گمراہی ہے اور بہت بڑی تاریخی غلطی ہے یہ سازش چلتی رہی ہے پانچ چھ سال، پانچ چھ سال کے بعد وہ اتنے غالب آگئے اتنے مضبوط ہوگئے کہ مدینہ منوّرہ پر چڑھائی کر کے آگئے۔ خلیفہ وقت کو شہید کر دیا تو گویا یُوں سمجھنا چاہیے کہ ریاست کے ایک اہم حصّہ پر چھا گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس میں قصور نکالیں تو بالکل غلط بات ہے ابھی تو اُن کی حکومت شروع بھی نہیں ہوتی تھی۔ جس وقت وہ (یعنی باغی) اتنی قوّت میں آئے تھے اُس وقت تو حکومت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تو نہیں تھی۔

یہ تحقیق نہیں بلکہ تحریف ہے

لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس طرح کی تحریرات آج کل تیّار کر رہے ہیں شائع کرتے ہیں ان کو نام تحقیق کا دیتے ہیں یہ تحقیق نہیں ہوتی تحریف ہوتی ہے اور اس میں ایسی باتیں درج ہیں جو تاریخ کے بالکل خلاف ہیں اور یہ بھی تاریخوں میں ہماری موجود ہے کہ بیعت اُنھوں نے جب لی۔ جب اہلِ بدر نے اُن سے سوال کیا اور اُنھوں نے فرمایا تھا کہ یہ تمہارا حق ہے جب مدینے والے آتے تھے تو اُن سے کہا کہ یہ تمہارے کہنے سے بھی میں

بیعت نہیں کرتا تاوقتیکہ اہلِ بدر آئیں۔ اُن کو وہ معتبر جانتے تھے۔

حضرت عمرؓ، معیار اللہ اور رسول کی خوشنودی

جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا وفات کے وقت چھ آدمی جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے وفات کے وقت وہ جس پر متفق ہوجائیں وہ خلیفہ ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب یہ ہے کہ اہلِ بدر جس پر متفق ہوجائیں وہ خلیفہ ہے۔

حضرت علیؓ کے ساتھ اہلِ بدر کی بہت بڑی تعداد تھی

اور اہلِ بدر کسی کے ساتھ چند بھی ہوں تو بڑی بات ہوتی ہے جبکہ جو ہم نے شمار کیے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لشکروں میں پچیس اہلِ بدر تھے تو یہ بہت بڑی تعداد ہے پھر ہم نے یہ کوشش کی کہ اُن کے نام بھی نکال لیے جائیں تو انیس بلکہ اکیس آدمیوں کے نام تو ہمیں مل گئے لہٰذا یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ پچیس آدمی اہلِ بدر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لشکروں میں رہتے تھے۔ تو اہلِ بدر نے پھر اتفاق کیا آپ کی خلافت پر تو اُن کے لیے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی تھی کہ اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ دَارَ تو اس کا سیدھا سادا ترجمہ اور تفسیر یہی ہے کہ جہاں بھی یہ جائیں حق پر رہیں غلط بات پر نہ رہیں تو جب ان کا دورِ خلافت آیا تو پھر اُن کا سفر ہی بڑھا ہے ایک سفر فوری طور پر جو کرنا پڑا وہ بصرہ کا ہے وہاں سے سفر کیا صفین وہاں سے پھر کوفہ وہاں پھر وہ گڑبڑ شروع ہوگئی خوارج کی۔ پھر سفر کیا تو اہواز کا یہ علاقہ جو ایران کا ہے یہاں وہ خوارج جمع ہوگئے تھے اور ان خوارج کی بہت عجیب عجیب باتیں تھیں ناسمجھی کی باتیں جو پہلے سُنا بھی چکا ہوں۔

خوارج کی زیادتیاں اور ظلم حضرت علیؓ کی جانب سے حملہ کا حکم

ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی —— اور سمجھایا کچھ نے رجوع کر لیا اور کچھ نے نہیں کیا رجوع، بالآخر لڑائی ہوئی لڑائی بھی اس اُصول پر کہ پہلے حملہ نہیں کرنا حتّٰی کہ اُنھوں نے ایسی زیادتی کی کہ ایک صحابی ہیں آپ نے نام سُنا ہوگا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا اُنھیں کفارِ مکہ نے —— انگاروں پر لٹا دیا کرتے تھے اور اُن کی چربی نکل آئی تھی کمر کی۔ اُن صحابی کے لڑکے حضرت عبداللہ ابن خباب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی دونوں کو ان خوارج نے شہید کر دیا جو اہواز میں

تھے۔ جب ایسے کیا ہے اُنھوں نے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر حملے کا حکم دیا تو اہواز میں ان کی بہت بڑی تعداد جمع ہو گئی تھی اور وہ سب کے سب ختم ہو گئے تھے۔

بظاہر خوارج بڑے نیک تھے نبی علیہ السلام کی پیشین گوئی اور حضرت علیؓ کا یقین

اور خُدا کی قدرت ہے یہ لوگ خوارج جو ہیں قرآن پاک بھی پڑھتے تھے قاری بھی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیکھو تلاش کرو ان میں وہ آدمی ہوگا۔ علامت بتائی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھوں نے تلاش کیا کہا کہ تمہیں ملا تو اُنھوں نے کہا مَا كَذِبْتُ وَلَا كُذِبْتُ نہ مَیں نے جھوٹ بولا ہے نہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا۔ وہ آدمی ضرور ملے گا۔ اس صفت کا کہ جس کا ایک ہاتھ جو ہوگا وہ ناقص ہوگا اور اس میں بوٹی ہوگی ملتی ہوگی یہ بوٹی گوشت کا لوتھڑا ہوگا۔ اس صفت کا آدمی مقتولین میں تلاش کرو تلاش کیا پھر نہیں ملا پھر اُنھوں نے کہا کہ اگر ایسے ہے کہ ایسا کوئی آدمی ان میں نہیں ملا تو قَتَلْتُمْ خَيْرَ النَّاسِ تم نے گویا بہترین لوگوں کو مار دیا کیونکہ بہت عبادت کرتے تھے۔ قرآن پاک بھی پڑھتے تھے قاری بھی تھے وَالَّا قَتَلْتُمْ خَيْرَ النَّاسِ تلاش کرو پھر تلاش کیا کسی ایک طرف جا کر کہیں وہ ملا۔ کسی گڑھے میں یا جھاڑیوں میں وہاں سے نکال کر لائے اُسے اُس میں وہی علامت تھی کہ اس کا ایک بازو جو تھا وہ ایسے تھا جیسے عورت کا پستان ہوتا ہے اور حرکت کرتا ہے۔ حضرت علیؓ نے جب یہ دیکھا تو فوراً سجدے میں گر گئے کہ یہ بات صحیح نکلی اور صحیح تھی اور ہم نے صحیح لوگوں کو پکڑا ہے۔

خوارج کے بارے میں نبی علیہ السلام کے سخت کلمات

ان لوگوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لَئِنْ اَنَا اَدْرَكْتُهُمْ لَاُقْتُلَنَّهُمْ اس طرح کے کلمات ہیں قَتْلَ عَادٍ اگر میں اپنے زمانے میں پاؤں اور وہ لوگ ظہور کر لیں اور قوت پکڑ لیں تو مَیں اُن کو ایسے ختم کر دوں جیسے قوم عاد کو ختم کیا گیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دَور بظاہر پریشان کُن دَور ہے اور سمجھنے میں دُشواری ہوتی ہے لیکن حق کا معیار جو ہے وہ آپ ہی کے کارنامے ہیں سارے آپ ہی کے اقوال ہیں اور فتوے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں آپ کا ساتھ نصیب فرمائے۔ (آمین)

❁

حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

کی سیرت ایک نظر میں

مولانا عاشق الٰہی صاحب مدینہ منوّرہ

قصبہ نانوتہ، کاندھلہ، دیوبند، گنگوہ اور تھانہ بھون مشہور علمی مراکز ہیں یہاں خاندان شیوخ، فاروقی عثمانی، صدیقی اور انصاری آباد تھے اور یہ قصبے ہمیشہ سے بزرگوں اور مشائخ کے مسکن رہے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا مولد اور وطن عزیز قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور ہے جو دیوبند سے بارہ میل مغربی جانب واقع ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ کا تاریخی نام خورشید حسین اور تاریخ پیدائش شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ھ ہے۔ والد صاحب کا نام شیخ اسد علی بن غلام شاہ ہے جو نہایت پرہیزگار اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔

حضرت نانوتویؒ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ علم و عمل اخلاص زہد و تقوٰی قناعت و استغفار سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا، لیکن اُن کی شہرت زیادہ تر دارالعلوم دیوبند قائم کرنے سے ہوئی ہم نے اس اپنے مضمون میں چیدہ چیدہ حالات و واقعات لکھے ہیں۔ تفصیل کے لیے سوانح قاسمی و دیگر کتابوں کا معالعہ کریں۔

دارالعلوم اور مدرسہ شاہی کی تاسیس

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب أعلی اللہ درجاتہ اُن مُبارک ہستیوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علوم کثیرہ وافرۃ نافعۃ سے اور اعمال صالحہ اور اخلاق حسنۃ سے بھرپور طریقہ پر نوازا تھا آپ کی زیادہ شہرت بانی دارالعلوم دیوبند ہونے کی وجہ سے ہوئی اور آپ کے علوم کا کچھ حصّہ آپ کی کتابوں سے اُمّت تک پہنچا، آپ کی کتابوں کا سمجھنا چونکہ بہت مشکل تھا عُلماء تک مشکل سے سمجھ پاتے تھے اس لیے

آپ کی تالیفات زیادہ معروف ومشہور نہ ہوئیں مولانا محمود حسن صاحب (شیخ الہند) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آب حیات (حضرت مولانا نانوتوی کی تصنیف) وغیرہ میں نے حضرت سے سبقاً سبقاً پڑھی ہے۔ آب حیات کے کچھ اوراق حضرت نے خود نکال دیے تھے کہ انہیں کوئی نہیں سمجھے گا۔

آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں کعبہ شریف کی چھت پر ہوں اور میرے پاؤں کے نیچے سے نہر جاری ہے جو کوفہ کی طرف سے آرہی ہے۔ اس خواب کی تعبیر دارالعلوم دیوبند کی تاسیس سے ظاہر ہوئی کوفہ کی طرف سے نہر آنے میں حنفی مذہب کی تائید کی طرف اشارہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند کا فیض پورے عالم میں پہنچ گیا اور پہنچ رہا ہے۔ مدرسہ مذکورہ سے ہزاروں علماء خطباء مدرسین ومبلّغین نکل کر پورے عالم میں پھیلے اور جہالت کی اندھیری کو دور کر کے علوم اسلامیہ اور اعمال صالحہ کی شمع روشن کی، نہ صرف محدثین اور فقہاء اور مفتی کثیر تعداد میں مادر علمی دارالعلوم کی گود سے نکلے اور پلے اور بڑھے بلکہ بڑی وافر تعداد میں مصنّفین بھی پورے عالم میں پھیلے ان مصنّفین میں مفسرین بھی ہیں اور شراح حدیث بھی، کتب فقہ کے شارحین بھی، ادب عرب کے فضلاء بھی اور معقولات کے مؤلفین بھی ان حضرات کی تالیفات کو شمار کیا جائے تو اندازہ ہے کہ ہزاروں تک پہنچے گی حضرت حکیم الامّت تھانوی قدس سرہ کی تالیفات ومطبوعہ مواعظ کو جمع کیا جائے تو ایک ہزار کے لگ بھگ انہی کی تعداد ہو جائے گی۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور مفتاح الخیر بنادیا حدیث شریف میں ارشاد ہے طوبی لمن کان مفتاحًا للخیر ومغلاقًا للشرِ۔ دارالعلوم کے فضلا سے پورے عالم میں خیر بھی پھیلی اور پھیل رہی ہے جہالت ڈوبی، شرک مٹا بدعات بھی کافور ہوئیں۔

۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کی تاسیس ہوئی پھر چھ ماہ بعد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور قائم کیا گیا۔ اس کے بانی مولانا سعادت علی سہارنپوری فقیہ تھے، مولانا محمد مظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نانوتوی کے نام پر (جو حضرت حجۃ الاسلام کے استاذ بھی تھے) اس کا تاریخی نام سن تاسیس کے دس سال کے بعد مظاہر علوم تجویز کیا گیا یہ نام تاریخی بھی ہے جس سے ۱۲۹۲ کے عدد ظاہر ہوتے ہیں اور مولانا محمد مظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار کی طرف بھی اشارہ ہے اس کے بعد جامعہ قاسمیہ مراد آباد عرف مدرسہ شاہی کی بنیاد پڑی۔

۱۲۹۶ھ میں حضرت مولانا عالم علی محدث کے انتقال کے بعد مراد آباد کے باخبر حساس قلوب میں ضرورت مدرسہ کا احساس پیدا ہُوا، حضرت نانوتوی قدس سرہٗ مراد آباد تشریف لائے ہُوئے تھے سب نے مل کر حضرت مولانا کی خدمت میں عرضداشت پیش کی کہ مُراد آباد کی سرزمین دولت علمی سے خالی ہوچکی ہے، اگر چندے یہی حالت رہی تو دینی جذبات ختم ہوجائیں گے، حضرت دُعا فرمادیں کہ خداوند کریم اہلِ مراد آباد کو دوبارہ علمی فیوض و برکات سے متمتع فرمائے، حضرت نے فورًا دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھادیے۔ ہاتھ اُٹھانے کی دیر تھی کہ اجابت درِ حق کے سامنے آئی اور کام بن گیا۔ حضرت نے حاضرین سے فرمایا کہ بہ طرزِ دیوبند غریبوں سے تھوڑا تھوڑا چندہ مقرّر کرالیا جائے اور اصحاب ثروت بھی اس کارِ خیر میں حصّہ لینا چاہیں تو اُن کو بھی شامل رکھا جائے چنانچہ چندہ کی اپیل کی گئی، کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے چندہ پیش کیا وہ ایک بہشتی تھا جس نے ایک پیسہ دیا جو نہایت خوشی کے ساتھ قبول کیا گیا (یہ بہشتی ایک پیسہ میں کسی کے گھر پانی کی مشک ڈال کر آیا تھا۔[1] چند ہی روز میں تیس پینتیس روپیہ ماہوار کا انتظام ہوگیا اور حسب ہدایت حضرت اقدس نے فورًا کسی جامع منقول و معمول مدرس کا تقرر کر دیا۔

حضرت کے تلمیذ رشید جامع محاسن صوری و معنوی حضرت مولانا سیّد احمد حسن قدس سرہ امروہوی کا مشاہرہ ۳۵ روپیہ تقرر عمل میں آیا۔ یہ جامعہ قاسمیہ مراد آباد کی ابتدائی روداد ہے جو مدرسہ شاہی کے نام سے مشہور ہے۔

شانِ تواضع

حجۃ الاسلام مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ تواضع سے نوازا تھا اپنی ذات کو مٹا کر رکھتے تھے، لباس میں کوئی ایسی شان ظاہر نہیں ہوتی تھی کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص عالم ہوگا، کھدر کے کپڑے، دھوتر کا لباس، سردی میں سر پر کنٹوپ، چال ڈھال میں سادگی اور ساتھ ہی مجلس میں سب ساتھیوں کے ساتھ ایک عامی شخص کی طرح بیٹھنا، مجلس میں کوئی امتیازی شان ظاہر نہ ہونے دینا یہ تواضع کی خاص شان

---

[1] مولانا سیّد محمود احمد صاحب (جو محلہ اصالہ پورہ مراد آباد کے رہنے والے تھے اور مدرسہ شاہی کے ۱۸ سال تک نائب مہتمم رہے تھے اُنھوں) نے کلکتہ کے زمانہ قیام میں احقر کو بتایا تھا کہ بہشتی نے جو ایک پیسہ دیا تھا وہ آج تک مدرسہ شاہی کے خزانہ میں محفوظ ہے۔

تھی۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ میں جس طرح صوفیوں میں بدنام ہوں اسی طرح مولویت کا دھبہ بھی مجھ پر لگا ہوا ہے۔ اس لیے پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے اگر یہ مولویت کی قید نہ ہوتی تو قاسم کی خاک تک کا پتہ نہ چلتا۔ جانوروں کے گھونسلا بھی ہوتا ہے میرے یہ بھی نہ ہوتا اور کوئی میری ہوا تک نہ پاتا۔ ولنعم ما قیل۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نہ داند جام وسنداں باختن

انگریزوں نے ۱۳۹۲ اور ۹۳ھ میں میلہ خدا شناسی کے عنوان سے ایک مجلس منعقد کرائی تھی جس میں تمام مذاہب کے قائدین کو بلایا تھا۔ یہ مجلس شاہجہان پور میں منعقد ہوئی تھی اس مجلس کی شرکت کے لیے آپ شاہجہان پور میں تشریف لے جارہے تھے کوئی خادم ساتھ نہ تھا۔ استقبال سے بچنے کے لیے ایک اسٹیشن پہلے اُتر گئے اور پیدل چل کر شاہجہان پور پہنچے، راستے میں ایک ندی پڑتی تھی اسے پار کیا تو پاجامہ بھیگ گیا جو گاڑھے کا تھا اس کی جگہ چادر باندھ لی اور پاجامہ کو لاٹھی پر ڈال کر کاندھے پر لٹکا کر چلتے رہے تاکہ سوکھ جائے، شاہجہاں پور پہنچے تو ایک سرائے میں جاکر مقیم ہوگئے، وہاں اپنا نام خورشید حسن لکھوا دیا جو آپ کا تاریخی نام تھا۔ اِدھر تو یہ ہُوا اور اُدھر استقبال کرنے والے اسٹیشن پر پہنچے پوری ریل چھان ماری کسی ڈبہ میں پتہ نہ چلا افسوس کرتے ہُوئے واپس لوٹے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہر فرقہ کے مناظر آگئے ہمارا مناظر نہیں آیا۔ حیران ہورہے تھے کہ مقابلہ کے وقت کیا ہوگا؟ باتیں ہورہی تھیں کہ ایک شخص نے کہا ذرا سرائے میں چل کر تو دیکھیں وہاں پہنچے تو رجسٹر لکھنے والے سے پُوچھا کہ محمد قاسم نام کا کوئی آیا ہے اس نے کہا کہ اس نام کا تو کوئی شخص نہیں آیا، جو لوگ تلاش میں نکلے تھے، ان میں سے ایک شخص نے کہا ذرا مجھے رجسٹر تو دکھاؤ، جب مندرجہ نام دیکھنے لگے تو اُن میں ایک نام خورشید حسن لکھا تھا۔ حاضرین میں سے بعض افراد جانتے تھے کہ یہ آپ کا تاریخی نام ہے۔ کمرہ نمبر معلوم ہونے پر جاکر دیکھا تو حضرت تشریف رکھتے تھے سب کی جان میں جان آگئی اور خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

مولانا احمد علی محدّث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی میں مطبع احمدی کے نام سے ایک پریس قائم کیا تھا اس زمانہ میں صرف لیتھو پریس کا رواج تھا (اب تو کمپیوٹر نے سب طریقے بھلادیے)

مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود ہی کتابوں کے حواشی لکھتے تھے اور خود ہی شائع فرماتے تھے جلالین شریف۔ ترمذی شریف۔ مشکوٰۃ شریف کے جو حواشی رائج ہیں اندازہ کیا جاتا ہے کہ ان ہی کے لکھے ہُوئے ہیں۔ مسلم شریف کا حاشیہ لکھنے کے بجائے اُنھوں نے علّامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح ہر صفحہ کے ذیل میں چھاپ دی ہندو پاک میں مسلم شریف آج تک اسی طرح چھپ رہی ہے بخاری شریف کا حاشیہ بھی ان ہی لکھا ہُوا ہے۔ ۲۵ پاروں تک اُنھوں نے لکھا ہے اور پانچ پاروں کے حواشی قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سے لکھوائے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں اپنا نام نہیں لکھا مخلصین کی بھی کیا شان ہے۔

(دورِ حاضر کے محشی حضرات کو دیکھ لو ہر ہر صفحہ میں کئی کئی دفع نام اور علمیت جتانے کا پروگرام سامنے رہتا ہے)

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع سے اور حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنی رحمہ اللہ علیہ کو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ علیہ کی تواضع سے بھرپُور حصّہ ملا۔

زہد و قناعت اور استغنا۔ حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ میں شان تواضع تو اجاگر تھی ہی زہد اور استغنا بھی بہت تھا۔ جب دار العلوم دیوبند قائم کیا اس وقت میرٹھ کے ایک پریس میں تصحیح کا کام کرتے تھے، دس روپے تنخواہ تھی مدرسہ قائم کر کے اس کی سرپرستی تو فرماتی لیکن نہ تنخواہ دار مدرس بنے نہ مجلس شوریٰ کے رکن ہُوئے نہ صدر بنے اسی زمانہ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے علم حاصل کیا۔

میرٹھ کے ایک رئیس رومال میں بہت سے روپے باندھ کر حاضر ہُوئے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حجامت بنوا رہے تھے۔ اوّل تو حضرت نے اُن کی طرف سے تغافل برتا۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا آہا شیخ صاحب ہیں مزاج اچھا ہے انھوں نے سلام عرض کیا اور رومال میں جو روپے بندھے ہُوئے تھے حضرت کے قدموں پہ ڈال دیے۔

"اس زمانہ میں روپیہ چاندی کا ہوتا تھا" حضرت نے وہ روپیہ اپنے قدموں سے ہٹا دیا، وہ بڑی منّت سے قبول کرنے کی درخواست کرتے رہے لیکن حضرت نے قبول نہ فرمایا وہ آپ

کی جوتیوں میں ڈال کر چلے گئے۔ حضرت جب اُٹھے تو نہایت استغنار کے ساتھ جوتے جھاڑے اور روپیہ سب زمین پر گر گیا۔ حضرت نے جوتے پہن لیے اور حافظ انوار الحق صاحب سے ہنس کر فرمایا کہ حافظ جی ہم بھی دُنیا کماتے ہیں اور اہلِ دُنیا بھی دُنیا کماتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ہم دُنیا کو ٹھکراتے ہیں اور وہ قدموں میں پڑتی ہے اور دُنیا دار اس کے قدموں میں گرتے ہیں اور وہ اُنھیں ٹھکراتی ہے اور یہ فرما کر روپیہ وہیں تقسیم فرما دیا۔[1]

جس زمانے میں میرٹھ کے مطبع سے دس روپے تنخواہ ملتی تھی انھیں دنوں نواب صدّیق حسن خان صاحب رئیس بھوپال کی طرف سے پانچ سو روپے ماہانہ کی پیش کش کی گئی آپ نے جانے سے انکار کر دیا ایک بے تکلّف ساتھی نے کہا کہ تم کیوں نہیں چلے جاتے؟ جواب میں فرمایا کہ وہ مجھے باکمال سمجھ کر بلاتے ہیں اور مجھ میں کوئی کمال نہیں ہے کیسے جاؤں؟ ان کے سبق کے ساتھی اور دوست اور ہم وطن مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے (جو اس وقت دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے) کسی نے کہا کہ آپ چلے جائیے فرمایا بابا مجھے دس روپے تنخواہ ملتی ہے پانچ روپے میرے گھر کا خرچہ ہے پانچ روپے طالب علموں کو دے دیتا ہوں اللہ ان کا بھلا کرے کہ سامنے پڑ جاتے ہیں۔ ڈھونڈنا نہیں پڑتا اتنی بڑی رقم کے بارے میں سوچنا کہ اس کا کیا کروں یہ دھندہ میرے بس کا نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ جو شخص ہم کو محتاج سمجھ کر دیتا ہے اس کا ہدیہ تو لینے کو جی نہیں چاہتا اور جو اس غرض سے دیتا ہے کہ ہمارے (یعنی دینے والے کے) گھر میں برکت ہو اور ہمارے لینے کو ہمارا احسان سمجھے اس کا ہدیہ لے لینے کو جی چاہتا ہے اگرچہ وہ چار پیسے ہوں

(ارواح ثلاثہ حکایت ۲۲۵)

مناظرے انگریزوں نے جب ہندوستان میں نامبارک قدم رکھے تو اُن کے بُرے عزائم میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مُسلمانوں کو عیسائی بنا لیا جائے چونکہ اُنھوں نے مسلمانوں ہی سے ملک لیا تھا اس لیے مسلمانوں ہی سے خطرہ تھا عیسائیت پھیلانے کے لیے اُنھوں نے مشن قائم کیے اور اپنے پادریوں کو مناظرے کرنے کے لیے تیّار کیا۔ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ سے

---

[1] ارواح ثلاثہ حکایت ۲۶۶

اکبر آباد میں پادری فنڈر کا مناظرہ ہُوا تین دن تک مناظرہ ہوتا طے پایا تھا لیکن وہ تیسرے دن نہ آیا اُس نے ہندوستان سے راہ فرار اختیار کی اور ترکی میں جاکر یہ پروپیگنڈہ کیا کہ ہندوستان کے مُسلمان عیسائی ہوگئے اور مسجدیں گرجاؤں میں تبدیل ہوگئیں اس وقت ترکی کی حکومت حرمین شریفین میں تھی انگریزوں نے مولانا رحمۃ اللہ صاحب کی جائیداد ضبط کر لی اور وہ کسی طرح چھپتے چھپاتے یمن سے گزرتے ہُوئے مکّہ معظّمہ پہنچ گئے۔ یہاں شیخ الحرم احمد زینی دحلان سے ملاقات ہوگئی اُنھوں نے اُن کا درس شروع کرادیا جب فنڈر نے ترکیا میں یہ جھُوٹا پروپیگنڈا کیا کہ ہندوستانی مُسلمان العیاذ باللہ نصرانی ہو گئے سلطان عبدالحمید ترکی نے شیخ الحرم کے پاس قاصد بھیجا کہ اس بات کی تحقیق کرے۔ شیخ الحرم نے جواب دیا کہ یہ خبر جھُوٹ ہے جس بزرگ نے عیسائی مناظر کو شکست دی تھی وہ ہمارے پاس مکّہ معظّمہ میں موجود ہے، مولانا رحمۃ اللہ صاحب مکّہ میں مقیم رہے پہلے محلّہ شامیہ میں کرایے کا کمرہ لے کر مدرسہ کا افتتاح کیا اس کے بعد صولت النساء بیگم بنگال کی جن نے مدرسہ کے لیے حارۃ الباب میں جگہ خرید کر دے دی لہٰذا محلہ شامیہ سے مدرسہ وہیں منتقل ہوگیا اور آج تک وہیں ہے پہلے مدرسہ کا نام مدرسۃ الشیخ رحمت اللہ تھا۔ مذکورہ محسّن کی مالی سخاوت کے بعد مدرسہ صولتیہ کے نام سے مشہور ہوگیا۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مناظرے کرنے پڑے عیسائیوں کی دیکھا دیکھی ہندوؤں نے بھی پاؤں نکالے اور اُنھوں نے بھی مناظروں کا سلسلہ چلادیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہجہاں پور میں تمام مذاہب کے عوام اور خواص کے سامنے زبردست تقریر کی سب کو اسلام کا لوہا منوا دیا کسی کو مجال نہ تھی کہ اُف بھی کرے اور کچھ نہ بول سکے۔ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی زبردست تقریر فرمائی کہ سب دم بخود رہ گئے۔ نصاریٰ کے پادری بھی لاجواب اور آریوں کے پنڈت بھی عاجز۔ یہ مجلس میلہ خدا شناسی کے نام سے قائم کی گئی تھی۔

مباحثہ شاہ جہاں پور کے بعد ایک ہندو پنڈت نے جو دیانند کے نام سے معروف تھا رڑکی ضلع سہارن پور میں برسرِعام اسلام پر چند اعتراضات کیے جس سے رڑکی کے مُسلمان بے چین ہوگئے مباحثہ شاہ جہان پور کی وجہ سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت ہوچکی تھی رڑکی کے مُسلمانوں نے آپ کو اطلاع دی آپ وہاں پہنچے لیکن دیانند مناظرہ کے لیے سامنے نہ آیا۔ آپ نے تین دن مسلمانوں

کے بھرے مجمع میں تقریر فرمائی اور دیانند اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے اور سولہ سترہ دن اس انتظار میں کہ شاید مناظرہ کی نوبت آجائے گزار کر واپس تشریف لے آئے۔ حق واضح ہو کر رہا اور لیظھرہ علی الدین کلہ کا خوب مظاہرہ ہُوا لیکن نہ عیسائیوں نے اسلام قبول کیا اور نہ ہندؤں نے اور اس دُنیا میں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے حق کو جانتے ہُوئے نہ ماننا نسلی اور مذہبی تعصب کی وجہ سے باطل پر جمے رہنا ضد اور عناد والوں کی پُرانی عادت ہے۔ یہودیوں کا حال تو معلوم ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی تشریف آوری سے کئی سو سال پہلے مدینہ منوّرہ میں آپ کی آمد کے انتظار میں آکر بس گئے تھے اور انصار کے قبیلوں سے کہتے تھے کہ نبی آخر الزمان آئیں گے ہم اُن سے مل کر تمہارا ناس کھودیں گے لیکن جب آپ مدینہ منوّرہ تشریف لے آئے تو انصار کے دو قبیلے اوس اور خزرج مُسلمان ہو گئے لیکن یہودی مُسلمان نہ ہُوئے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد فرمایا وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِينَ ۔(اور آپ کی آمد سے پہلے آپ کی تشریف آوری کی خبر دے کر کافروں کے مقابلے میں آپ کے ذریعہ فتح یابی کی خبر دیا کرتے تھے سو جب آپ تشریف لے آئے تو آپ کے منکر ہو گئے۔ سو اللہ کی لعنت ہے کافروں پر) نصاریٰ نجران آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوئے مباہلہ کی بات طے ہو گئی پھر اُن کے پادری نے کہا کہ دیکھو کہ اگر تمہیں ہلاک ہونا ہے تو مباہلہ کر لو ورنہ چلے چلو چنانچہ وہ لوگ فرار ہو گئے اور سامنے نہ آئے کافروں کی عادت رہی ہے کہ حق واضح ہونے پر بھی حق قبول نہیں کرتے دشمنان اسلام کی دُشمنی کے باوجود بھی اسلام پھلا پھولا اور پھیلا اور الحمد للہ پھیل رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی طرح روافض اور قادیانیوں کا بھی یہ ہی طریقہ رہا ہے بار بار مناظروں میں ہارتے لیکن اسلام قبول نہیں کرتے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں شیعوں نے بھی سر اُٹھا رکھا تھا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے اعتراضات کے بھی مسکت اور دندان شکن جوابات دیئے اور اُن کی ہدایت اور خیر خواہی کے لیے "ہدیۃ الشیعہ" تحریر فرمائی، شیعہ ہمیشہ سے تقریری اور تحریری مباحثات میں لاجواب ہوتے رہے ہیں انہیں بھی ضد اور عناد نے بے راہ کر رکھا ہے نہ صرف کہ باطل کے ہیرو ہیں بلکہ اہلِ حق کو طرح طرح کی جسمانی اور روحانی اذیتیں پہنچانے کے حق میں رہے ہیں کم لوگ ایسے گذرے ہیں جنہوں

نے حق کو جاننے کے بعد حق کو قبول کیا اور شیعیت سے تائب ہوئے ایک مرتبہ شیعوں کو کیا سوجھی کہ آپ کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کرنے کے لیے کہنے لگے کہ آپ ہمارے جنازے کی نماز پڑھادیں ان لوگوں نے ایک نوجوان کو کپڑا اوڑھا کر لٹادیا اور اُسے یہ سبق پڑھایا کہ کہ حضرت جب دو تکبیریں کہہ لیں تو اُٹھ کر بھاگ جانا اوّل تو حضرت نے نماز پڑھانے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ میرے پڑھانے سے تمہاری نماز جنازہ کیسے ادا ہوگی؟ جب وہ لوگ اصرار ہی کرتے رہے تو آپ آگے بڑھے اور نماز شروع کردی دو تکبیریں کہنے پر جب طے شدہ پروگرام کے مطابق جنازہ میں حرکت نہ ہوئی تو پیچھے سے کسی نے "ہونہہ" کے ساتھ صاحب جنازہ کو اُٹھ کھڑے ہونے کی شُسکار دی مگر وہ نہ اُٹھا۔ حضرت نے تکبیراتِ اربعہ پوری کرکے غُصّہ کے لہجہ میں فرمایا کہ "اب یہ قیامت کی صُبح سے پہلے نہیں اُٹھ سکتا" دیکھا گیا تو مردہ تھا۔ شیعوں میں رونا پیٹنا پڑ گیا اور بجائے حضرت والا کی سبکی کے خود سب کی موت آگئی۔ اس کرامت کو دیکھ کر شیعوں میں سے بہت سے تائب ہوکر سنّی ہوگئے۔

(حاشیہ سوانح قاسمی ص۱۷ جلد اوّل)

جہاد ۱۸۵۷ء میں حصّہ

۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۳ھ میں جہاد ہوا انگریزوں کے خلاف حضرت حاجی صاحب کی جماعت بھی حرکت میں آگئی۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے رفقائے کار میں مولانا مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ مولانا شیخ محمد تھانویؒ اور حافظ ضامن تھانوی شہیدؒ شامل تھے۔ جہاد کے سلسلے میں تبادلہ خیال ہوا تو مولانا شیخ محمد محدّث تھانویؒ نے بے سروسامانی کا ذکر کرکے جہاد آزادی میں حصّہ لینے سے گریز کرنے کی تجویز پیش کی مولانا نانوتویؒ نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ کیا ہم اصحاب بدر سے بھی زیادہ بے سروسامان ہیں؟ حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ فقرہ سُنا تو تڑپ اُٹھے اور فرمایا کہ اب "الحمدللہ انشراح ہوگیا اور جہاد کی تیاری شروع کردی گئی۔ حاجی امداد اللہ امیر مولانا نانوتوی سپہ سالار مولانا گنگوہی قاضی مقرر ہوتے اور تھانہ بھون دارالاسلام قرار پایا۔ میرٹھ کے بعد دہلی اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر جنگ چھڑ چکی تھی آپ نے اپنے امیر کی قیادت میں جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تھانہ بھون شدید جنگ کی لپیٹ میں تھا۔ قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ مکانات پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی غرض دیکھتے ہی دیکھتے قصبہ تھانہ بھون خاکستر کا ڈھیر بن گیا۔ فسادیوں نے یہ کام کیا لیکن انگریز کی طرف سے

حضرت حاجی صاحب اور آپ کے رفقائے کار پر الزام تھا کہ تھانہ بھون کے فساد میں پیش پیش تھے۔ اس بناء پر وارنٹ گرفتاری جاری کر دیے گئے، لیکن حضرت کو پولیس گرفتار نہ کر سکی۔ سی آئی ڈی بھی پہنچے۔ پولیس بھی پیچھے لگی لیکن آپ ہمیشہ بچ کر نکلتے رہے ایک مرتبہ تو ایسا ہُوا کہ آپ مسجد میں باہر فرش پر کھڑے تھے، پولیس نے آپ ہی سے پُوچھا کہ مولوی قاسم کہاں ہے ایک دو قدم آگے بڑھ کر فرمایا ابھی تو یہیں تھے پولیس والے یہ سمجھ کر یہ کوئی دوسرا شخص ہے چھوڑ کر چلے گئے۔

وارنٹ نکلنے کے بعد حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ صرف تین دن پوشیدہ رہے اس کے بعد باہر آگئے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تین دن غار ثور میں رہے تھے۔ ہم نے اس کا اتّباع کر لیا آپ کے دوست خاص اور مصاحب قدیم مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھی وارنٹ نکلے تھے اُنھوں نے بھی ۱۸۵۷ء کے جہاد میں شرکت کی تھی۔ پولیس گرفتار کر کے سہارنپور لے گئی پھر کچھ عرصہ کے بعد مظفر نگر کی جیل میں منتقل کر دیا جب پولیس آپ کو مظفر نگر لے جا رہی تھی تو مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ راستہ میں کھڑے ہو گئے اور دُور ہی سے آپس میں سلام کی نوبت آئی اور اشاروں سے اظہار محبت جانبین سے کر دیا گیا[1]

حَاوَلْنَ تَفْدِيَتِي وخِفْنَ مُرَاقِبًا فَوَضَعْنَ أَيْدِيَهُنَّ فَوْقَ تَرَائبًا

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چھ ماہ جیل میں رہے انگریز حاکم نے دریافت کیا تم نے ہمارے خلاف ہتھیار اُٹھائے اس وقت آپ کے ہاتھ میں تسبیح تھی تسبیح اُٹھا کر دکھائی اور فرمایا ہمارا ہتھیار تو یہ ہے دیکھو جھُوٹ بھی نہیں بولا اور یُوں بھی نہیں کہا کہ ہم نے ہتھیار نہیں اُٹھایا حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ دُعاء مومن کا ہتھیار ہے کما فی الحصن الحصین اپنے اس ہتھیار کا اقرار کر لیا۔

بیعت اور منازل سلوک

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت قاسم العلوم و الخیرات نانوتوی رحمۃ اللہ علیہما سبق کے ساتھی تھے کئی سال دہلی میں گزارے تھے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں اور مولوی محمد قاسم صاحب دہلی میں استاذ (غالباً مولانا مملوک علی صاحب) رحمۃ اللہ سے پڑھتے تھے ہمارا ارادہ سلّم شروع کرنے کا ہُوا لیکن مولانا کو فرصت

---

[1] تذکرۃ الرشید ص۸۴

نہ تھی اس لیے انکار فرماتے تھے۔ بالآخر میں نے عرض کیا کہ حضرت ہفتہ میں دو بار صرف پیر اور جمعرات (یاجمعہ) کو پڑھا دیا کیجیے یہ منظور ہوگیا اور ہفتہ میں دو سبق ہونے لگے اس سبق کی ہمیں بڑی قدر تھی۔ ایک روز یہی سبق ہو رہا تھا کہ ایک شخص نیلی لُنگی کندھے پر ڈالے ہوئے آ نکلے اور ان کو دیکھ کر حضرت مولوی صاحب مع تمام مجمع کے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ بھائی حاجی صاحب آگئے اور حضرت مولانا نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ لو بھائی رشید اب سبق پھر ہوگا۔ مجھے سبق کا بہت افسوس ہُوا اور مَیں نے مولوی محمد قاسم صاحب سے کہا "بھئی یہ اچھا حاجی آیا ہمارا سبق ہی گیا" مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا ہا ہا ایسا مت کہو یہ بزرگ ہیں اور ایسے ہیں ایسے ہیں ہمیں کیا خبر تھی کہ یہی حاجی ہمیں مونڈیں گے"[1]

حضرت حاجی صاحب فارغ التحصیل عالم نہیں تھے لیکن ایسے ایسے اکابر ان سے بیعت ہُوئے جو علم کے پہاڑ تھے، پھر حاجی صاحب ہی کے ہو رہے اور اسی کو مونڈنے سے تعبیر فرمایا، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا حضرت حاجی صاحب مولوی نہ تھے؟ فرمایا مولوی گر تھے، اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں علوم ہی کی وجہ سے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کا معتقد ہُوا ہوں

حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہُوئے اور بہت جلد ہی خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دونوں حضرات سے بہت محبت اور عقیدت تھی ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

جو آدمی اس فقیر امداد اللہ سے محبّت و عقیدت و ارادت رکھتا ہے، مولوی رشید احمد سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کو تمام کمالات علوم ظاہری اور باطنی کو جامع ہیں، بجائے میرے بلکہ مجھ سے بھی بڑھ کر شمار کرے اگر معاملہ برعکس ہے وہ بجائے میرے اور مَیں بجائے اُن کے ہوتا اُن کی صحبت غنیمت جاننی چاہیے کہ اُن جیسے آدمی اس زمانہ میں نایاب ہیں" (ضیاء القلوب)

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا یہ ملفوظ بھی ہے۔ " اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کریگا کہ امداد اللہ کیا لے کر آیا تو مَیں رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے کر حاضر ہُوا ہُوں" آخر کوئی تو وجہ تھی کہ ان دونوں حضرات نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور مرید ہونے کی ضرورت محسوس کی، بات یہ ہے کہ علم کے ساتھ قلب مُنیب بھی ہونا چاہیے جو لوگ اس

---

[1] تذکرۃ الرشید

ضرورت کو محسوس نہیں کرتے وہ علم کے غرور میں صاحب نسبت حضرات سے دُور بھاگتے ہیں اور محروم رہتے ہیں یہ تو ماضی قریب کی باتیں ہیں ماضی بعید میں حضرت مولانا جلال الدّین رومی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شمس تبریز کے مرید ہوئے اور پھر ان ہی کے ہو رہے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی یہ ہی واقعہ پیش آیا بہت بڑے عالم تھے صاحب جاہ تھے بڑا مرتبہ تھا لیکن انہوں نے ضرورت محسوس کی اور اپنے باطن کو انابت الی اللہ سے خالی پایا، نفس کا مراقبہ و محاسبہ کیا اپنے مُرشد کی طرف رجوع ہوئے اور اصلاح باطن کی طرف ایسے متوجہ ہوئے کہ نہ صرف اپنا بھلا کیا بلکہ قیامت تک کے لیے عُلماء کو بیدار کر دیا منجیات و مہلکات سے آگاہ کیا اور رہتی دُنیا تک کے لیے احیاء العلوم دُنیا میں چھوڑ گئے۔

جو لوگ تصوّف و سلوک سے راضی نہیں وہ کسی صاحب نسبت سے قریب ہی نہیں ہوتے تاکہ اس لائن کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوں "النّاس اعداء لما جھلوا" تصوف و سلوک کے فوائد سے بے خبر ہیں اس لیے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ علّامہ سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ مشہور مصنّف تھے۔ شہرت میں حضرت حکیم الامّت قدس سرّہ کے لگ بھگ مقام رکھتے تھے اُنھوں نے محسوس کیا کہ مجھے کسی مصلح کی ضرورت ہے۔ حضرت حکیم الامّت تھانوی نور اللہ مرقدہ سے اصلاحی تعلّق قائم کیا تو اُن کے متعلقین میں سے ایک بڑا حلقہ معترض ہوا، بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اتنے بڑے علّامہ نے ایک مُلّا کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ حضرت علّامہ نے جواب دیا کہ علم محض سے کام نہیں چلتا۔ علم کے ساتھ قلب مُنیب کی بھی ضرورت ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ ایک طرف تو علّامہ کہتے ہیں اور دوسری طرف معترض ہو رہے ہیں اس سے تو اور عبرت لینی چاہیے کہ جب اتنے بڑے علّامہ کو اصلاح نفس کے لیے کسی مرشد و مصلح کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے تو ــــ کم علم کو کیونکر اس کی ضرورت نہ ہوگی۔

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۴۴ ہجری میں اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحؒ ۱۲۴۸ ہجری میں پیدا ہوئے عمر کے اعتبار سے تھوڑی سی چھوٹائی بڑائی تھی لیکن تحصیل علم میں ساتھ ساتھ تھے حضرتِ مولانا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں اور مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی سے حدیث پڑھی اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں نے بیعت بھی

کی اور مجاز طریقت بھی ہُوئے دونوں جامع شریعت وطریقت تھے حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر زیادہ نہیں ہُوئی۔ بعمر ۴۹ سال ۱۲۹۷ ہجری میں وفات پائی عمر تو زیادہ نہیں پائی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ سے کام بہت لیا۔ دارالعلوم دیوبند اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ قائم کرایا مناظرات میں نصاریٰ اور ہنود کو نیچا دکھایا بہت جاندار اور شاندار کتابیں لکھیں۔ جب آپ مباحثہ شاہجہان پور سے مظفر ومنصور ہو کر واپس تشریف لائے تو مولانا محمدّ یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اب مجھے مولانا کی وفات قریب معلوم ہوتی ہے کیونکہ حق تعالیٰ کو ان سے جو کام لینا تھا وہ پورا ہوچکا اور وہ یہ تھا کہ تمام مذاہب کے جتھے میں اسلام کی ایک منادی ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کی حجّت اس کے بندوں پر پُوری ہوجائے سو وہ اس میلہ خداشناسی (مباحثہ شاہجہانپور) میں پُوری ہوچکی چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ وفات ہو گئی۔

سورۃ اذا جاء نصر اللہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ تم اس سورت کے بارے میں کیا جانتے ہو۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ اس میں رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم کی وفات کی خبر دی گئی ہے یعنی یہ بتایا ہے کہ آپ سے جو کام لینا تھا وہ لے لیا لوگ جوق درجوق اسلام میں داخل ہو گئے اَب آپ کو دُنیا سے تشریف لے جانا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی تحمید وتسبیح واستغفار میں وقت خرچ کیجیے [1] حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے الحمد للہ لمبی عمر پائی ۱۳۲۳ھ میں وفات ہوئی۔ سالہا سال تن تنہا دورۂ حدیث پڑھایا نیز تفسیر، اُصول تفسیر، اُصول حدیث فقہ اور اُصول فقہ کا درس بھی جاری رکھا، علوم شریعت کی تدریس اور اشاعت کے ساتھ بیعت وارشاد کا سلسلہ بھی جاری تھا بڑے بڑے اکابر آپ سے بیعت ہُوئے اور خلافت واجازت سے نوازے گئے۔ ان خلفاء میں ایک ایک شخص آفتاب اور ماہتاب کا درجہ رکھتا تھا، مثلاً شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اور شارح ابوداؤد مولانا خلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا الحاج الشاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری اور حضرت مولانا صدّیق احمد صاحب انبیہٹوی اور حضرت مولانا الحاج روشن خاں صاحب، مرادآبادی اور حضرت مولانا محمد صدیق صاحب فیض آبادی ثُم المہاجر المدنی اور (ان کے چھوٹے بھائی) شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد

---

[1] صحیح بخاری ص ۷۴۳

حسین احمد صاحب مدنی اور جناب الحاج شاہ محمد یسین صاحب نگینوی، مولانا حکیم محمد صدّیق صاحب مرادآبادی مولانا صدّیق احمد صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہم (اور دیگر حضرات جن کی تعداد مولانا میرٹھی نے "تذکرۃ الرشید" میں ۳۱ تک پہنچاتی ہے) ان حضرات سے اللہ تعالیٰ نے شریعت وطریقت کی بہت خدمات لیں۔ مولانا خلیل احمد صاحب اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اور مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوری اور مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہم کی شخصیات اور اُن کے علوم و کمالات اور دینی خدمات آفتاب و ماہتاب کی طرح معروف و مشہور ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرست بھی تھے۔ مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی (جن سے اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کا کام لیا جو سارے عالم میں پھیلا ہُوا ہے) اپنے بڑے بھائی مولانا محمد یحیٰی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہے اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی چھوٹے پن میں حضرت کی خدمت میں رہے کیونکہ اُن کے والد مولانا محمد یحیٰی صاحب حضرت کے کاتب اور رفیق خاص اور ہر وقت کے حاضر باش تھے حضرت مولانا یحیٰی صاحب ہی نے حضرت گنگوہی کی تقاریر کتب حدیث عربی میں لکھی ہیں، حضرت کی تقریر اُردو میں ہوتی تھی اور حضرت موصوف اس کی تعریب کر کے مسودہ بنا کر رکھ لیتے تھے یہی وہ تقاریر ہیں جنھیں حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حواشی کے ساتھ لامع الدراری اور الکوکب الدری کے نام سے شائع فرمائیں۔

رحمہ اللہ تعالیٰ ھذہ الطائفۃ الطاھرۃ التی بلغت کتاب اللہ تعالیٰ وسنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ اطراف العالم وأکنافہ وشیدت ارکان الاسلام ونشرت علومہ ومعارفہ، وابرزت محاسنہ واظھرت معالمہ فامتلأت القارات بنور الایمان بمساعیھم وجھودھم شرقا وغربا وعجما وعربا، وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان وھو المستعان

وأقول مفتخرا: أولئک آبائی فجئنی بمثلھم :اذ جمعتنا یا جریر المجامع

(قسط : ۲، آخری)

آہ! میرے شیخ ... شہید اسلام (نور اللہ مرقدہ)

مولانا نعیم امجد سلیمی خادم حضرت

آپ کا اصلاحی تعلق

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا پہلا اصلاحی تعلق حضرت تھانوی کے خلیفہ اجل حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے قائم کیا تھا اور بذریعہ خط و کتابت ایک ایک روحانی مرض کا علاج کروایا، (آپ کی اپنے شیخ سے یہ خط و کتابت اب بھی محفوظ ہے)۔ ان کی رحلت کے بعد حضرت بنوریؒ سے استفادہ فرماتے رہے، پھر ریحانۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ کو اپنا شیخ بنایا، حضرت شیخ الحدیث نے آپ کو جلد ہی خلعت خلافت سے نوازا۔ ان کی اجازت سے عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبد الحیٔ عارفی نور اللہ مرقدہ کی مجالس میں حاضر ہونا شروع کر دیا تو اُنھوں نے بھی حضرت شہیدؒ کو اجازت بیعت دی۔ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت تو چاروں سلسلوں میں تھی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ بیعت سلسلہ چشتیہ میں ریحانۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ کی طرف سے فرماتے تھے۔

آپؒ کے خلفاء

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اپنے شاگرد مولانا محمد حسین، حسین پوری مدظلہ العالی کو خلافت سے نوازا، اس کے بعد مفتی نظام الدین شامزئی دامت برکاتہم، ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر، مفتی محمد جمیل خان، مولانا سعید احمد جلالپوری، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا مسعود اظہر مولانا اعظم طارق، مفتی منیر احمد اخون، مولانا طارق جمیل، حافظ عبد القیوم نعمانی مدظلہم العالی اور راقم الحروف سمیت ۱۴ حضرات کو خلعت خلافت سے نوازا۔

آپ کی گرانقدر تصنیفات

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ، تقاریر اور قلم سے نکلے ہوئے موتیوں پر مشتمل ذخیرہ میں سے جو کتابی شکل میں مرتّب ہوچکے ہیں ان کا بالاختصار جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

آپ کی معروف تصنیف آپ کے مسائل اور اُن کا حل" ۹ جلدوں میں ہے جس میں انسان کی چوبیس گھنٹے کی زندگی کا ہر مسئلہ آگیا ہے۔ عقائد سے لے کر اعمال تک معاملات سے لے کر معاشرت تک مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح و طلاق، خرید و فروخت، کھانے پینے کے نبوی طریقے علاج معالجہ، کھیل کُود، پردہ، تعلیم، سیاست، شراب نوشی جُوا وغیرہ سب کے احکام موجود ہیں طالبان دین حق کے لیے یہ ایک عظیم ذخیرہ ہے۔

" اختلاف اُمّت اور صراطِ مستقیم میں ایک حق کے متلاشی کے لیے واضح روشنی موجود ہے۔

عہدِ نبوّت کے ماہ و سال" یہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے سن وار حالات پر مشتمل ہے۔ اسی طرح "شخصیات و تأثرات" میں ان بزرگانِ دین کے حالات زندگی ہیں جو آپ کی حیات میں رُخصت ہوئے اور آپ نے ان پر بیّنات میں لکھا۔

"حُسن یُوسف" یہ کتاب دینی مدارس، شعائرِ اسلام، نفاذِ شریعت پر اُٹھائے گئے اعتراضات کے مدلّل و مسکت جوابات پر مشتمل آپ کے گرانقدر مقالات ہیں۔

"رسائلِ یُوسفی" اس میں ذکریوں کے عقائد، انکار حدیث کیوں؟ عورت کی سربراہی ترجمہ فرمان علی وغیرہ رسائل ہیں۔

ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول" آپؐ پر صلوٰۃ وسلام کے الفاظ کا مجموعہ ہے۔

"اطیب النغم " آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نعت و مدح میں ہے۔

"عصر حاضر احادیث کے آئینہ میں" اس میں قرب قیامت کی نشانیوں کا ذکر ہے۔

" سیرت عمر بن عبد العزیز" امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی سوانح مُبارک ہے۔

" اصلاحی مواعظ" اس میں حضرت شہیدؒ کے اسرار و حکم سے پر مواعظ ہیں۔

"سوانح حضرت شیخ الحدیث" یہ کتاب حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی حیات و سوانح ہے جس کی تالیف و ترتیب آپ نے حضرت مولانا محمد یُوسف متالا صاحب کے ایماء پر فرمائی

"حجۃ الوداع وعمرات النبیؐ" اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے حجۃ الوداع اور عمروں کی تفصیلات ہیں۔ دراصل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کے عربی رسالہ کا ترجمہ اور حج وعمرات نبویؐ پر لاجواب مجموعہ ہے۔

"تجدد پسندوں کے نظریات" اس کتاب میں ان لوگوں پر رد ہے جنھوں نے اسلام کو بگاڑنے اور غلط رنگ میں پیش کرنے کی کوششیں کیں۔

"دنیا کی حقیقت" اور "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے فرمودات" ان دونوں جلدوں میں حدیث کی معروف کتاب ترمذی شریف میں مذکورہ احادیث یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اقوال مُبارکہ کا ترجمہ اور تشریح ہے۔

"تحفہ قادیانیت" (تین جلدیں) یہ تینوں جلدیں قادیانیت کے دجل وفریب کے پردے کو چاک کرنے والی ہیں اور بھٹکے ہوئے مرزائیوں کو پکار پکار کر دعوتِ اسلام دے رہی ہیں۔

یہ تھیں حضرت شہیدؒ کی خدمات جلیلہ کی چند جھلکیاں ابھی تو بیش بہا درِ منثورہ، منظّم ومرتّب ہونے کے مراحل سے گزر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی ان مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور اُمّت کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور حضرت شیخ شہیدؒ اور راقم الحروف سمیت تمام رفقاء کار کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

قادیانیت کا تعاقب

یوں تو حضرت شہیدؒ ہر فتنہ کے لیے سد سکندری ثابت ہوئے لیکن جو کام تنہا آپ سے اللہ تعالیٰ نے سارقین نبوّت انگریز کے خود ساختہ شجرۂ خبیثہ قادیانیت کے خلاف لیا ہے اتنا کام ایک مستقل جماعت کے کرنے کا تھا، آپ نے عالمی مجلس تحفّظ ختم نبوّت میں باقاعدہ طور پر محدّث العصر مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی امارت کے دَور میں کام شروع کیا۔ ۱۹۷۴ء کے آخر میں دفتر ختم نبوّت ملتان تشریف لائے۔ فاتح قادیاں مولانا محمد حیاتؒ کی رہنمائی میں قادیانیت کا باقاعدہ مطالعہ شروع فرمایا، کئی ایک رسائل قادیانیوں کو دعوت اسلام، ربوہ سے تل ابیب تک، مرزائی اور تعمیرِ مسجد وغیرہ مرتّب فرمائے۔ حضرت علّامہ سیّد انور شاہ کشمیریؒ کی تصنیف "خاتم النّبیین" کا ترجمہ فرمایا اور کئی ایک دوسری نادر کتب کی اشاعت کا بندوبست فرمایا۔ حضرت بنوریؒ کے انتقال کے بعد مولانا خواجہ خان محمّد دامت برکاتہم مرکزی امیر منتخب ہوئے اور مفتی احمد الرحمٰنؒ نائب امیر بنے، حضرت مفتی صاحب کے وصال کے بعد حضرت شہیدؒ کو نائب امیر منتخب کیا گیا اور آپؒ اس عہدہ پر تادمِ شہادت فائز رہے۔

حضرت شہیدؒ نے بیسیوں رسائل قادیانیت کے خلاف تحریر فرمائے جو تحفہ قادیانیت کے نام سے تین جلدوں میں منظرِ عام پر آچکے ہیں اور چوتھی جلد زیرِ طبع ہے۔

اس وقت قادیانیت کے خلاف پڑھا جانے والا لٹریچر ۸۰ فیصد حضرت شہیدؒ کا تحریر کردہ ہے مجلسِ تحفّظ ختم نبوّت کے مرکزی دفتر ملتان، مسجد باب رحمت دفتر کراچی، لندن کا دفتر اور چناب نگر کے مدرسہ و مسجد کی تعمیر میں آپ کا نمایاں کردار ہے۔ آپ نے برطانیہ افریقہ، انڈونیشیا وغیرہ کئی ممالک کے تبلیغی دورے کیے اور لاکھوں لوگوں کو فتنہ قادیانیت کی دسیسہ کاریوں اور عقیدۂ ختم نبوّت کی اہمیت سے روشناس کروایا، وفاقی شرعی عدالت، سپریم کورٹ دیگر کئی عدالتوں میں آپؒ کے ایمان افروز بیانات ہُوئے۔ جنوبی افریقہ کی عدالتی کارروائی میں آپ برابر شریک رہے ہر سال چناب نگر میں مبلّغین ختم نبوّت کی ایک بڑی تعداد کو قادیانیت کے خلاف دلائل حقہ سے لیس فرماتے رہے۔

راقم الحروف کا حضرتؒ سے تعلّق

شوال ۱۴۰۶ھ کی بات ہو گی کہ میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہُوا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ سے جو مَیں نے بیعت کی تھی اُس کی تجدید ہونی چاہیے۔ یُوں تو یہ خیال کئی مرتبہ دل میں آیا لیکن یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اب اپنا ہاتھ کس کے ہاتھ میں دوں؟ ایک دن ہمّت کر کے سیّدی و مُرشدی مولانا محمد یُوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ کے دفتر واقع جامعۃ العلوم الاسلامیہ پہنچ گیا، یُوں تو مَیں ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۲ء تک جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں ۴ سال تک تعلیم حاصل کرتا رہا لیکن بدقسمتی سے حضرت شہیدؒ کے پاس زیادہ حاضری کا موقع نہ ملا، دو، تین بار شاید استاذ القرآ حضرت مولانا قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کا سلام پہنچانے کے لیے حاضر خدمت ہُوا۔ حضرت شہید کا نام تو مَیں نے کراچی آنے سے قبل ہی بیّنات میں پڑھ رکھا تھا کیونکہ (درجہ ثانیہ سے ہی بیّنات سمیت کئی رسالوں کا باقاعدہ خریدار رہا) احقر نے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی گزارش کی، آپؒ نے شفقت فرماتے ہُوئے شرفِ قبولیّت بخشا۔ اس وقت میں اوقاف کی ایک مسجد میں امام وخطیب تھا باقی فارغ وقت میں حضرتؒ کے پاس حاضری دینے لگا۔ ایک دن حضرتؒ نے پُوچھا کیا کرتے ہو؟ مَیں نے عرض کیا فارغ ہوں۔ حضرتؒ نے مولانا سعید احمد جلالپوری (اللہ تعالیٰ اُن کی عمر و علم میں برکت عطا فرمائے

اور حضرت شہیدؒ کے مشن کو خوب احسن طریقہ سے پورا کرنے کی توفیق عطا فرماتے) سے مشورہ کے بعد "آپ کے مسائل اور اُن کا حل" کا کام میرے سپرد کر دیا۔ بندہ نے اس کو خدمت دین اور حکم شیخ سمجھ کر بسم اللہ کر دی۔ مرشدی حضرت شہیدؒ کے ساتھ خادم کو اللہ تعالیٰ نے کم و بیش پندرہ سال خدمت کا شرف بخشا۔ اس عرصہ میں کئی نشیب و فراز بھی آئے لیکن حضرت کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے استقامت عطا فرمائی۔ باوجودیکہ یہ ناکارہ ہمیشہ سے کوتاہ کام و سُست گام رہا لیکن پھر بھی حضرت شیخ شہیدؒ نے حُسنِ ظن فرماتے ہوئے اس کور باطن کو اپنے مجازین بیعت میں جگہ دی، چند سال قبل راقم الحروف کی اہلیہ نے بھی حضرتؒ سے بیعت کر لی تھی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی برکت سے اس ناکارہ کو اس سپرد کردہ عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور عمر بھر بزرگوں کے ساتھ جوڑے رکھے اور آخرت میں بھی ملحق بالصالحین فرمائے۔ (آمین)

*

وفیات

جامعہ کے پُرانے بہی خواہ جناب ہمایوں صاحب (رینبو ٹریول والے) کی والدۂ محترمہ مختصر علالت کے بعد ۲۵ اگست بروز جمعہ انتقال فرما گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ اہلِ خانہ پر شفیق اور بہت نیک دل خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

*

گزشتہ ماہ جناب ہدایت صاحب تاجر شاہ عالم مارکیٹ کی اہلیہ صاحبہ وفات پاگئیں اناللہ وانا الیہ راجعون۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب ہو۔

جملہ مرحومین کے لیے جامعہ (جدید) میں ایصال ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

*

مولانا ابو عمار زاہد الراشدی صاحب

نوائے حق

گزشتہ روز بعض اخبارات میں یہ خبر نظر سے گزری کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ نے قادیانی جماعت کے "آرگن" "الفضل" کے ایڈیٹر کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے جریدہ پر مقام اشاعت کا نام "ربوہ" کی بجائے "چناب نگر" تحریر کریں، چنانچہ الفضل نے اس کے بعد چناب نگر لکھنا شروع کر دیا ہے۔ نیز خبر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ربوہ کے نام کی تبدیلی کے بعد چناب نگر کے قادیانیوں نے اس فیصلہ کو قبول نہ کرتے ہوئے اس شہر کے پرانے نام "ربوہ" پر اصرار جاری رکھا ہوا ہے اور وہ اپنے مراکز اور کاروباری اداروں پر مسلسل یہ نام برقرار رکھے ہوئے ہیں مگر مولانا منظور احمد چنیوٹی اور دیگر راہنماؤں کے پرزور مطالبہ پر ضلعی انتظامیہ نے "ربوہ" کے نام کی تبدیلی کے فیصلے پر عملدرآمد کے لیے قادیانیوں کو پابند کرنے کی مہم کا آغاز کر دیا ہے۔

دریائے چناب کے کنارے پر یہ شہر قیامِ پاکستان کے بعد قادیانیوں نے آباد کیا تھا اور مشرقی پنجاب میں واقع "قادیان" سے نقل مکانی کر کے آنے والے قادیانیوں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان نے اس وقت کے گورنر پنجاب سر موڈی سے کوڑیوں کے بھاؤ زمین لیز پر حاصل کر کے ایک الگ شہر بسا لیا تھا جو ایک عرصہ تک **خالص قادیانی بستی** بنا رہا حتّٰی کہ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے دستوری فیصلہ کے بعد اس شہر کے ساتھ کچھ رقبہ مسلمانوں کو دیا گیا جہاں "مسلم کالونی" قائم ہوئی اور وہیں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکز اور مدرسہ ہے۔

قادیانیوں نے اس نئے شہر کا نام جان بوجھ کر "ربوہ" رکھا جو قرآن کریم کا لفظ ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے تذکرہ میں قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تحریروں میں متعدد مقامات پر یہ لکھا ہے کہ وہ خود عیسٰی بن مریم (نعوذ باللہ) ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ارشادات میں حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام کے دوبارہ نزول کی جو پیش گوئی فرمائی ہے اس سے مراد وہ یعنی مرزا غلام

احمد قادیانی ہے (العیاذ باللہ) اس پس منظر میں قادیانیوں کا اپنے نئے شہر کو "ربوہ" کے نام سے منسوب کرنا بہت بڑے دجل اور فریب کا مظاہرہ تھا جس کا مقصد دُنیا بھر کے ان مسلمانوں کو دھوکہ دینا تھا جو قادیانیوں کی اصلیت سے آگاہ نہیں ہیں کہ وہ قرآن کریم میں "ربوہ" کا لفظ دیکھ کر اور مرزا قادیانی کے دعاوی میں عیسٰی بن مریم ہونے کا دعوٰی پڑھ کر گمراہی کا شکار ہو سکتے ہیں اور امر واقعہ یہ ہے کہ دُنیا کے بہت سے مُسلمان اس فریب کا شکار ہو کر گمراہی میں مُبتلا ہوتے ہیں۔

چنانچہ تحریک ختم نبوّت کے ممتاز راہنما مولانا منظور احمد چنیوٹی نے سب سے پہلے اس فریب کے خلاف آواز بلند کی اور دینی حلقوں کو اس طرف متوجہ کیا جس کے بعد کل جماعتی مجلس عمل تحفّظ ختم نبوّت اور عالمی مجلسِ تحفّظ ختم نبوّت نے بھی اپنے مطالبات میں یہ مطالبہ شامل کر لیا کہ "ربوہ" کا نام تبدیل کر کے قرآنِ کریم کے لفظ کے غلط اور گمراہ کن استعمال کو روکا جائے۔ مولانا چنیوٹی نے اس مطالبہ کو اجاگر کرنے اور دینی جماعتوں اور حکام کو اس کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے لیے سالہا سال تک مسلسل محنت کی اور پنجاب اسمبلی کے رُکن کی حیثیت سے اسمبلی میں دوسرے ارکان کے تعاون سے "ربوہ" کا نام سرکاری طور پر تبدیل کرنے کی باقاعدہ قرارداد پیش کی جو متفقہ طور پر منظور ہو گئی اور گزشتہ سال پنجاب اسمبلی کے فیصلہ کے مطابق "ربوہ" کا نام تبدیل کر کے چناب نگر رکھ دیا گیا اس کے بعد سے قادیانی گروہ اس فیصلہ کے خلاف اپنی تلملاہٹ کا مسلسل اظہار کر رہا ہے اور اندرون ملک اور بیرون ملک دینی حلقوں کے اس متفقہ مطالبے اور منتخب پنجاب اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے خلاف قادیانی لیڈر زہر افشانی کر رہے ہیں قادیانیوں کے ایک ارگن ہفت روزہ "لاہور" نے چند ماہ قبل "ربوہ کا نام بحال کیا جائے" کے عنوان سے ملک کے دینی حلقوں اور خاص طور پر مولانا منظور احمد چنیوٹی کے خلاف جو بدزبانی کی ہے اور جس طرح خبث باطن کا اظہار کیا ہے وہ ملک کے دینی حلقوں اور منتخب ارکان اسمبلی کے اس اجتماعی فیصلے پر قادیانیوں کی تکلیف کی صحیح عکاسی کرتا ہے اور اس کی وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر دُنیا بھر میں قادیانیوں کی اصل حقیقت کو آشکارا کر دیا تھا اور یہ فیصلہ ایسا تھا کہ جسے قادیانی گروہ مولویوں کا فیصلہ کہہ کر اس کے خلاف نفرت انگیز مہم نہیں چلا سکتا تھا اسی طرح ۱۹۹۸ء میں پنجاب

اسمبلی نے "ربوہ" کا نام چناب نگر رکھ کر قادیانیوں کے اس فریب کو بھی دُنیا پر کھول دیا جو وہ "ربوہ" کے قرآنی لفظ کی آڑ میں سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے کے لیے اختیار کیے ہوئے تھے اس لیے اپنے مکر و فریب کے جال کو ٹوٹتا دیکھ کر قادیانیوں کی تلملاہٹ ایک طبعی بات ہے قادیانیوں نے نہ صرف اس فیصلہ کے خلاف ملکی اور بین الاقوامی سطح پر پراپیگنڈہ مہم شروع کر رکھی ہے بلکہ چناب نگر کے در و دیوار، مراکز، تجارتی اداروں اور لٹریچر پر بدستور "ربوہ" لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے جو پنجاب اسمبلی کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے اور عملاً اسے چیلنج کرنے کے مترادف ہے حتّٰی کہ چناب نگر کے بعض مقامات پر نئے نام کے جو بورڈ لکھوائے گئے انہیں بھی قادیانیوں نے مٹانا شروع کر دیا اس پر مولانا منظور احمد چنیوٹی اور اُن کے ساتھ جمعیۃ علماء اسلام مجلس احرارِ اسلام، مجلس تحفظِ ختم نبوّت، انٹرنیشنل ختم نبوّت موؤمنٹ پاکستان شریعت کونسل اور دیگر دینی جماعتوں کے راہنماؤں نے گزشتہ ہفتے قادیانیوں کے اس طرزِ عمل کا سختی سے نوٹس لیا اور عوامی اجتماعات میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ پنجاب اسمبلی کے اس فیصلے کا احترام بحال کرے اور قادیانیوں کو اس بات کا پابند بنائے کہ وہ دجل و فریب کا رویّہ ترک کر کے اس شہر کے نئے نام کو قبول کریں۔

قادیانیوں کا اس نئے نام پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اُن کی اکثریت کو اس شہر کا نام تبدیل کرتے ہوئے انہیں اعتماد میں نہیں لیا گیا، لیکن وہ یہ بات بھول گئے ہیں کہ اگر کوئی فرم اپنے لیے کوئی ایسا نام اختیار کر لے جس سے لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہو تو مجاز حکام کو اس فرم کا نام بدلنے اور لوگوں کو فریب سے بچانے کے لیے اس "دھوکہ باز فرم" سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی اس سال جھنگ کی ضلعی انتظامیہ نے یہ قدم اٹھا کر دینی حلقوں کے مطالبہ پر توجّہ دینے کے ساتھ ساتھ اپنی منصبی اور ملّی ذمّہ داریوں کی تکمیل کی طرف قدم بڑھایا ہے جس کا خیر مقدم کرتے ہوئے ہم حکومت سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ قادیانیوں کے بارے میں عالمی اداروں اور این جی اوز کی سفارشات اور گمراہ کُن تجاویز کو قبول کرنے کی بجائے اپنے ملک کے عوام، دینی حلقوں، منتخب اداروں اور عدالتوں کے فیصلوں کو سامنے رکھے اور ان پر عمل درآمد کا اہتمام کرے کیونکہ اس کی ذمّہ داری یہی بنتی ہے۔

المرسل ڈاکٹر سعید احمد خان عفی عنہ،

جامعہ مدنیہ

یہ اشعار حضرت حاجی محمود احمد صاحب عارف ہوشیارپوریؒ کے ہیں۔ آپ حضرت اقدس بانی جامعہؒ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ تاریخ وفات ۲۸ جنوری ۱۹۸۹ء (ادارہ)

بنام سیّد فخرِ دو عالمؐ بفضلِ ایزدی ایں جامعہ ہست
بفیض سیّد لولاکؐ عارف بگو ایں منبع رشد و ہدیٰ است
خداوندا حفاظت کُن مدامی دُعائے من بحق مصطفٰیؐ ہست
ز لُطف و رحمت پروردگاری
بود تا روزِ محشر فیض جاری

ترجمہ اشعار

(۱) بفضل خُدا سیّد فخر دو عالم (صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم) کے نام کے صدقے اس جامعہ کا وجود ہے۔

(۲) اے عارف تو یہ کہہ کہ سیّدِ لولاک صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے فیض سے یہ رُشد و ہدایت کا منبع ہے۔

(۳) بحق مصطفٰی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم میری یہ دُعا ہے کہ اے اللّٰہ تو اس کی ہمیشہ حفاظت فرما۔

(۴) اللّٰہ کے لُطف و رحمت سے روزِ محشر تک اس کا فیض جاری رہے۔

(بحوالہ خدّام الدّین ۸ اپریل ۱۹۶۰ء جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۴۸)

جامعہ مدنیہ (جدید) حضرت کے خوابوں کی تعبیر

آج سے بیس برس قبل حضرتِ اقدس بانی جامعہ نور اللہ مرقدہ نے "عرضِ احوال" کے نام سے یہ پُراثر تحریر قلمبند فرمائی تھی جو پمفلٹ کی شکل میں شائع کی گئی تھی ایک بار پھر نظرِ قارئین ہے۔ ادارہ

عرضِ اَحوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ونصلی علیٰ سیّدنا محمّد رحمۃ للعالمین

خُدا کا شُکر ہے کہ اُس نے اپنے فضل سے جامعہ مدنیہؐ کو قبولیت سے نوازا اور اُسی کی ذاتِ والا صفات نے اُسے ترقی بخشی اور ہمیں دین کی خدمت کے لیے استعمال فرمایا۔ فللّٰہ الحمد ولہ المنۃ

احوالِ ماضی آپ کے سامنے ہیں لیکن عرصہ سے آرزو ہے کہ وسیع جگہ، بڑے پیمانے پر اس تعلیمی کام کے بڑھانے کا موقع ملے۔ میرے ایک عزیز کرم فرمانے کراچی سُپر ہائی وے پر پچاس ایکڑ زمین کی پیش کش کی، یہ بہت اچھا موقع تھا لیکن اُنھی دِنوں فسادات شروع ہو گئے۔ ہر فتنہ نقصان کا سبب ہوتا ہے، ہمیں بھی نقصان پہنچا ہمت شکستہ ہو کر وہاں جانے اور اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ ترک کرنا پڑا۔ اور عُمر کی یہ دہائی حالات کے نشیب و فراز میں گزر گئی لیکن وہاں نہ سہی کہیں اور جہاں بھی ممکن ہو یہ خدمت انجام دینے کی خواہش ایک خلش کی طرح قائم رہی۔ حتّٰی کہ لاہور ہی میں وسیع جگہ خرید لینے کی تجویز ہُوئی جس کی صُورت یہ ہُوئی کہ چند ماہ قبل یکم ستمبر ۷۹ء کی شب میرے ایک بہت ہی عزیز کرم فرما محسن تشریف لائے اُن سے اس پروگرام کے بارے میں کسی طرح گفتگو آ گئی، اُنھوں نے ہمّت افزائی فرمائی اور اَب تک ہر معاون سے زیادہ بڑھ کر حصّہ لیا، معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس خواب کی تعبیر اور آرزو کی تکمیل کا وقت قریب آ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فضلِ خداوندی شاملِ حال رہے اور ذاتِ ذُوالمنن ہم سے کام لے لے، میری خواہش ہے کہ ابتدائی درجات کے طلبہ اور بقیہ سب درجات کے طلبہ جتنے بھی زیادہ سے زیادہ ہو سکیں ہر مدرسہ رکھے۔ اپنے مدرسہ جامعہ مدنیہؐ کے بڑے پروگرام کا خلاصہ

تو یہ ہے کہ وہاں چھوٹے بچّوں کی تعلیم و تربیت کا بھی انتظام ہو اور بڑے درجات کے طلبہ تکمیل علوم کے بعد تحریر و تقریر کی مشق بھی کریں اُنھیں تاریخ و جغرافیہ اور حساب حسبِ ضرورت سکھایا جائے، اس سے آگے بڑھنے والے طلبہ اپنے اپنے ذوق کے مطابق تفسیر، حدیث اور فقہ میں تخصص حاصل کریں اور ایسے طلبہ کو حسبِ ضرورت تبلیغ دیگر زبانیں سکھائی جائیں جسے جس زبان کی رغبت ہو یا جس زبان کی دعوت و تبلیغ کی ہمیں اہمیّت محسوس ہو مثلاً، رُوسی، چینی، انگریزی وغیرہ۔

اسی طرح ان طلبہ کو جدید اقتصادیات اور لاء (قانون) کی کتابیں بھی پڑھائی جائیں تاکہ وہ اسلامی قانون اور اسلامی اقتصادیات کا تفوق (فوقیت) دُنیا کے سامنے پیش کرسکیں، یہ پروگرام ہم نے ۵۵ء، ۵۶ء میں شروع کیا تھا، لیکن جگہ اور ماحول نہ ہونے کی بناء پر بند کرنا پڑا تھا۔

دوسری طرف ضرورت ہے کہ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے مذہبی تعلیم کا مختصر نصاب رکھا جائے۔ ابتدائی عربی، ترجمہ قرآن پاک، کچھ احادیث اور فقہ کی تعلیم دی جائے، یہ پروگرام کم ازکم ایک سال کا ہوگا۔ اگر وہ ان ہی علوم کو علیٰ وجہ البصیرت حاصل کرنا چاہیں تو یہ چار سالہ کورس پڑھ کر تکمیل کرسکیں گے۔

جو پروگرام ہم بڑے پیمانہ پر بروئے کار لانا چاہتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) بچّوں کی تعلیم و تربیت

(۲) حفظ و ناظرہ

(۳) تجوید و قرأت

(۴) درجات علومِ عربیہ تا درجاتِ حدیث (دورۂ حدیث)

(۵) درجات تکمیل و تخصص، تفسیر حدیث اور فقہ میں

(۶) درجات اَلسنہ (حسبِ ضرورت غیر ملکی زبانوں کی تعلیم

(۷) درجات نصابِ خصوصی۔ انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے لیے دینی و عربی تعلیم کے درجات۔

باوجودیکہ اس وقت باطل قوتیں سرگرم عمل ہیں۔ عالمی سطح پر حالات پُرپیچ ہیں، کچھ عرصہ بعد نہ معلوم دُنیا میں کیا حالات ہوں لیکن سُنّتِ انبیاء کی روشنی میں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ چاہے حالات کچھ بھی ہوں، ہر دینی شعبہ میں اہلِ حق کو جانفشانی سے کام کرنا چاہیے، نتائج و ثمرات خدا

کے اختیار میں ہیں، اجر اور مدد کا وعدہ خداوندی موجود ہے :

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا	یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی	کی مدد کرتے ہیں دُنیا کی زندگانی میں اور
الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ	جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (یعنی
یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (پ۲۴ رکوع ۱۱)	میدانِ محشر میں)
اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ	اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو
یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ	اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائیں گے اور تمہیں
اَقْدَامَكُمْ (سورۃ محمدﷺ-۲۶)	ثابت قدم رکھیں گے۔

اس عظیم مقصد سے فی الحال چونتیس ایکڑ زمین پر اس کام کے آغاز کا عزم کیا ہے۔ اور خداوندکریم سے دست بدعا ہیں کہ وہ ہم سے اپنے دینِ متین کی بیش از بیش خدمت لے اور اپنی رضا و فضل سے دُنیا و آخرت میں ہمیں نوازے۔

اس پروگرام کو بروئے کار لانے میں بڑے مراحل ہیں۔ سادہ سی عمارت بھی ایک مرحلہ ہے اور آئندہ اس منصوبہ کی توسیع میں خود بھی مصارف کا دائرہ بڑھے گا

اس لیے

قارئین کرام سے استدعا ہے کہ وہ دستِ تعاون بڑھائیں اور اس کارِ خیر میں حصّہ لیں۔ خدا اسے ہمارے اور اُن کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

حامد میاں غفرلہٗ

جامعہ مدنیہ لاہور

(قسط : ۱)

تجویز امارت شرعیہ فی الہند کی تاریخ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد زید مجدہم
مدرّس و نائب مفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

تاریخ کا خلاصہ

مولانا ابوالکلام آزادؒ کے سامنے کل ہند امارت شرعیہ کا منصوبہ کئی برس سے تھا۔ ۱۹۱۴ء میں شیخ الہندؒ کو پہلا امیر الہند بنانے کا پروگرام تھا جس پر شیخ الہندؒ راضی ہوگئے تھے لیکن ان کے باہر چلے جانے سے وہ منصوبہ ملتوی ہوگیا اور خود مولانا آزادؒ نظر بند کر دیے گئے، رہا ہونے سے پہلے اور بعد میں بھی کوششیں برابر جاری رکھیں لیکن حالات موافق نہ ہوئے۔ لہٰذا مولانا آزادؒ نے فیصلہ کیا کہ پہلے کم از کم صوبہ وار تنظیم کا کام شروع کیا جائے اور اس سلسلہ میں صوبہ بہار کے بعض علماء مثلاً مولانا ابوالمحاسن سجاد صاحب کی دلچسپی و تعاون سے وہاں امارت شرعیہ قائم ہوگئی، لیکن اس کے بعد اس پروگرام کی مخالفت شروع کر دی گئی جو (جیسا کہ ہم آج بھی دیکھتے ہیں) عوامی اخبارات و رسائل کے ذریعے سے عوام میں پھیلا دی گئی۔ اس پر جمعیت العلماء کو اس معاملہ کے سلجھانے میں باصلاحیّت دیکھ کر مولانا آزاد نے یہ مسئلہ جمعیت کے حوالے کر دیا، اخبارات میں مخالفت ابوالکلام کو امیر الہند بنانے یا نہ بنانے سے متعلّق نہیں تھی بلکہ نفس امارتِ شرعیہ کے بارے میں تھی۔ دہلی میں منعقدہ خاص مجلس شورٰی میں امارت شرعیہ قائم کرنے پر سب کا اتّفاق ہوا اور نومبر ۱۹۲۱ء میں منعقدہ اجلاس میں یہ تجویز رکھی گئی کہ تنظیم مسلمین قائم کی جائے اور امیر الہند کا انتخاب کر لیا جائے انتخاب سے پہلے ایک سب کمیٹی کو امیر شریعت کے اختیارات و فرائض پر ایک مسودہ پیش کرنا تھا لیکن اس کے بعد تاخیر ہوتی چلی گئی جس کی تفصیل مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں بیان کی اور اس کے کچھ اسباب بیان کیے۔ اسباب بہرحال جو بھی ہوں یہ بات اپنی جگہ قابلِ افسوس ہے کہ ایک انتہائی مفید منصوبہ ختم ہوکر رہ گیا۔

تفصیلی مطالعہ

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے جمعیت علمائے ہند کے اجلاس سوئم منعقدہ لاہور (نومبر ۱۹۲۱ء) میں اپنے خطبہ صدارت میں یہ تذکرہ کیا۔

"۱۹۱۴ء کے لیل و نہار قریب الاختتام تھے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ حقیقت اس عاجز پر منکشف کی اور مجھے یقین ہوگیا کہ جب تک یہ عقدہ (یعنی امارت شرعیہ کا) حل نہ ہوگا۔ ہماری کوئی سعی و جستجو بھی کامیاب نہ ہوگی۔ چنانچہ اسی وقت سے میں سرگرم سعی و تدبیر ہوگیا حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ سے میری ملاقات بھی در اصل اسی سعی و طلب کا نتیجہ تھی۔ انھوں نے پہلی ہی صحبت میں کامل اتفاق ظاہر فرمایا اور یہ معاملہ بالکل صاف ہوگیا تھا کہ وہ اس منصب کو قبول کرلیں گے اور ہندوستان میں نظم جماعت کے قیام کا اعلان کردیا جائے گا مگر افسوس ہے کہ بعض زود رائے اشخاص کے مشورہ سے مولانا نے اچانک سفر حجاز کا ارادہ کر دیا اور میری کوئی منت و سماجت بھی انہیں سفر سے باز نہ رکھ سکی۔ اس کے بعد میں نظر بند کردیا گیا لیکن ایّامِ نظر بندی میں بھی اس کی فکر و تبلیغ سے غافل نہ تھا، چنانچہ صوبہ بہار کے بعض احباب و مخلصین کو اسی زمانے میں اس طرف توجہ دلائی گئی اور وہاں ابتدائی بنیاد اس کی ڈال دی گئی۔ اسی زمانے میں میرے عزیز و رفیق مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب رانچی میں مجھ سے ملے تھے اور اسی وقت سے سعی و تدبیر میں مشغول ہوگئے تھے۔ جنوری ۱۹۲۰ء میں جب میں رہا ہوا اور موجودہ تحریک خلافت کی تنظیم شروع ہوئی تو اس وقت بھی میں نے بار بار کوششیں کیں اور تمام کارکن طبقہ کو اس طرف توجّہ دلائی مگر حالات موافق و مساعد نہ ہوئے اور مجھے مجبوراً انہی اصلاحات پر قناعت کرلینی پڑی جو اس تحریک کے اندر رہ کر میں انجام دے سکتا تھا۔ گزشتہ موسم گرما میں جب اس طرف سے مایوسی ہوگئی کہ تمام ملک کے لیے کوئی متفقہ و متحدہ نظم قائم ہو تو پھر یہ ارادہ کیا۔ اوّلاً صوبہ وار تنظیم کا کام شروع کر دیا جائے۔ چونکہ صوبہ بہار میں تین چار سال سے ابتدائی بنیاد کام کر رہی تھی اس لیے سب سے پہلے اسی کی طرف توجّہ ہوئی اور میں نہیں جانتا کہ کن لفظوں میں میں علمائے بہار کو مبارک باد دوں کہ انھوں نے سبقت بالخیرات کا مقام اعلیٰ حاصل کیا اور جمعیت العلماء بہار کے جلسہ میں تین سو مجمع علماء نے بالاتّفاق اپنا امیر شرع منتخب کرلیا۔ اس کے بعد ارادہ تھا کہ فوراً دوسرے صوبوں میں بھی کام شروع کر دیا جائے لیکن یکایک بعض حضرات نے اس مسئلہ کی نسبت اخبارات میں قیل و قال شروع کردی اور بلا ضرورت علمائے ملّت کا انتظام عوام میں بصورت

اختلاف وجدل نمایاں کر دیا گیا۔ یہ چیز مجھ کو اس کام سے ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں روک سکتی تھی مگر جب میں نے دیکھا کہ اب یہ مسئلہ منظرِ عام پر آچکا ہے اور جمعیّت العلماء اس کا آخری اور قطعی فیصلہ کر سکتی ہے تو یہی مناسب معلوم ہُوا کہ اسے جمعیّت کے حوالے کر کے بالفعل خود سبکدوش ہو جاؤں، چنانچہ ارکان جمعیّت کی ایک خاص مجلس شوریٰ منعقدہ دہلی میں یہ مسئلہ پیش ہو کر بالاتفاق منظور ہُوا اور اب اس کا آخری فیصلہ اس اجلاس کے ہاتھ میں ہے۔ (ص: ۱۵/۱۴ ۱۱ جمعیّت العلماء ہند دستاویزات مرکزی اجلاس ہائے عام۔ جلد اوّل)

مذکورہ بالا اجلاس کی تجاویز میں سے دو درج ذیل ہیں۔

(۱) جمعیۃ العلماء ہند کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ تنظیم جماعت مسلمین کے لیے ضروری ہے کہ امیر الہند کا انتخاب کر لیا جائے، امیرِ شریعت کے اختیارات و فرائض کے تعین کے لیے ایک سب کمیٹی بنادی جائے جو جلد از جلد اس کا مسودہ تیار کر کے جمعیۃ العلماء کے اجلاس مجوزہ دسمبر میں بمقام بدایون پیش کرے۔ سب کمیٹی کے ارکان یہ ہوں گے۔

مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا شبیر احمد صاحب، مولانا محمد سجاد صاحب، مولانا محمد فاخر صاحب مولانا محمد کفایت اللہ صاحب، مولانا عبد الباری صاحب، مولانا سبحان اللہ صاحب، مولانا محمد داؤد صاحب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مولانا عبد الماجد صاحب، مولانا محمد ابراہیم صاحب، مولانا انور شاہ صاحب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، مولانا ثناء اللہ صاحب، مولانا احمد اللہ صاحب۔

(۲) ۱۰، ۱۱ دسمبر کو بدایوں میں جمعیۃ کا ایک عام اجلاس خصوصی منعقد ہو جو سب کمیٹی کی رپورٹ پر غور کرنے کے بعد انتخاب امیر کی کارروائی عمل میں لائے۔ (ص: ۱۳۲۔ ایضًا)

اس کے بعد سب کمیٹی کے جلسہ منعقدہ ۹ دسمبر ۱۹۲۱ء بمقام بدایوں کی رو داد یوں ہے۔

اس اجلاس میں علاوہ ارکان سب کمیٹی کے حضرات ذیل بھی موجود تھے۔

حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب، مولانا سیّد سلیمان صاحب ندوی، سیّد ظہور احمد سیکرٹری مسلم لیگ مولانا غلام محمد صاحب شملوی، مولانا احمد مختار صاحب صدیقی، مولانا نذیر احمد صاحب خجندی، مولانا یعقوب بخش صاحب بدایونی، مولانا اعجاز احمد صاحب، مولانا سراج احمد صاحب مولانا عبد الوہاب صاحب مولانا عبد الودود صاحب، مولانا نور الحسن صاحب مولانا فرخندہ علی صاحب۔ سب کمیٹی نے موافق تجویز

منظور شدہ اجلاس جمعیۃ علماء ہند منعقدہ ۲۲ نومبر ۱۹۲۱ء بمقام لاہور امیر الہند کے فرائض و اختیارات کا حسبِ ذیل مسودہ تیار کیا ... الخ (نوٹ: مسودہ اس مضمون کے آخر میں دیا گیا ہے۔ (ص ۲۶۸ ایضاً)

اس رپورٹ کے بارے میں تعارفی کلمات میں مولانا محمد میاں رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"اگرچہ متعدد مشکلات کے باعث کوشش اور جدّوجہد کے باوجود امارت شرعیہ کا خاکہ اَب تک رنگ آمیزئ عمل سے خالی ہے مگر چونکہ شرعی نقطہ نظر سے اس کی اہمیت کو کسی وقت بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ نیز اس مسودہ کے مضامین سے بہت سے ان شکوک کا ازالہ ہو سکتا ہے جو قیام امارت کے مخالف حضرات پیش کیا کرتے ہیں۔

(مطبوعہ ۱۳۴۱ھ بمطابق ۱۹۲۲ء ص: ۲۶۷ ایضاً)

جمعیت عُلماء ہند کا اجلاس خاص بمقام اجمیر شریف مارچ ۱۹۲۲ء زیرِ صدارت مولانا عبدالباری فرنگی محلی۔

تجاویز

تجویز نمبر ۱: جمعیت العلماء ہند کے اجلاس منعقدہ لاہور نے طے کر دیا ہے کہ ہندوستان کے مُسلمانوں کی تنظیم و اقامت محاکم شریعت و بیت المال کے لیے امیر الہند کا انتخاب کیا جائے۔ چونکہ امیر الہند کا انتخاب بظاہر اس وقت تک مشکل ہے جب تک صوبہ وار امراء منتخب نہ ہو جائیں لہٰذا جمعیّت العلماء ہند کا یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ جلد امراء صوبہ کا انتخاب عمل میں آئے اور ہر صُوبہ کی جمعیّت کو توجہ دلاتا ہے کہ جلد از جلد اس غرض کے لیے جمعیّت صوبہ کے عام اجلاس کر کے اپنے صُوبہ کے واسطے امیر الشریعت انتخاب کر لے، انتخاب امیر سے قبل اس کے فرائض و اختیارات و قواعد مرتّب کر کے جمعیۃ العلماء ہند سے منظور کرا لیے جائیں۔

تجویز نمبر ۴: مولانا عبدالحلیم صدّیقی نے امیر شریعت کے اختیارات و فرائض کے متعلق سب کمیٹی اجلاس بدایوں کا مرتّب کردہ مسودہ پیش کیا مگر یہ مسودہ مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی کی تحریک و مولانا شاہ سلیمان صاحب کی تائید سے آئندہ اجلاس کے لیے ملتوی کر دیا ہے۔ (ص: ۱۳۵/۳۶ ایضاً)

جمعیّت العلماء ہند کے اجلاس چہارم بمقام گیا۔ دسمبر ۱۹۲۲ء میں مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندی رحمہ اللہ نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا۔

"ایسی حالت میں کہ مسلمان ایک غیر مسلم طاقت کے زیرِ حکومت ہیں اور نہ اُن کو اپنے معاملات میں مذہبی آزادی حاصل ہے ضروری ہے کہ مسلمان اپنے لیے والی اور امیر مقرر کریں۔ دار القضاء قائم کر کے قضاۃ و مفتیین کا تقرر کریں۔ جمعیۃ العلماء میں یہ تجویز منظور ہو چکی ہے اور جمعیۃ العلماء کے اجلاس لاہور میں یہ طے ہُوا تھا کہ ایک سب کمیٹی کا اجلاس بدایوں میں منعقد کیا جائے جس میں امیر شریعت کی شرائط و فرائض و اختیارات وغیرہ مسائل کو طے کر لیا جائے اور اس کے بعد انتخاب امیر کا مسئلہ پیش کیا جائے۔

اس قرارداد کے موافق ۸ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ (۹ دسمبر ۱۹۲۱ء) کو سب کمیٹی کا اجلاس ہُوا اور مختلف مسودے پیش ہُوئے مگر ابھی تک ان کا نتیجہ مرتب ہو کر مجلس منتظمہ میں پیش نہیں ہُوا اُمید ہے کہ جلد از جلد اس کے قواعد مرتب ہو کر انتخاب امیر کا وقت آجائے گا۔ یہ بھی طے ہو چکا ہے کہ ہندوستان کے امیر شریعت کے تحت میں صوبہ وار امیر مقرر ہوں گے، میرے نزدیک مجلس منتظمہ کو اس امر کا فیصلہ بھی کر لینا چاہیے کہ ترتیب مناسب کیا ہے؟ آیا اوّل امیر عام کا انتخاب کیا جائے اور بعدہ امراء صوبہ جات کا یا صوبہ جات کے امراء منتخب ہو جانے کے بعد امیر الہند کا انتخاب کیا جائے، مسلمانوں کے تشتت و افتراق اور ضروریات دین سے غفلت جمود کا خیال کرتے ہُوئے میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ اوّل صوبہ جات کے امراء کا انتخاب کیا جائے اور جب ہم کو صوبہ جات کی حالت سے اطمینان ہو جائے اس وقت امیر عام کا انتخاب ہونا چاہیے۔ اگر ہم کو صوبہ جات کے انتخابات میں کامیابی ہو گئی تو ہمارے لیے شاہراہ عمل کھل جائے گی۔ ایک صوبے میں اگر خدانخواستہ ناکامی ہُوئی تو دوسرے صوبہ میں عمل کے لیے موقع باقی رہے گا اور امیر الہند کے معاملہ میں ایک دفعہ ناکامی ہُوئی تو ہمیشہ کے لیے اس تجویز کا خاتمہ ہو جائے گا، ملک کے حالات سے واقف کار حضرات ناکامی کے خطرہ سے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتے، بہر حال اب اس تجویز کی تکمیل کی جلد از جلد ضرورت ہے۔" (ص: ۱۸۵۔ ایضاً)

جمعیّت العلماء ہند اجلاس خصوصی ششم، مراد آباد جنوری ۱۹۲۵ء میں مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد نقشبندی رحمہ اللہ نے اپنے صدارتی خطاب میں یہ تذکرہ کیا۔

"علمائے کرام و اعیان ملّت، مسلمانوں کی حیات اور اجتماعی زندگی بلکہ محض باعزت زندگی کے

لیے اگر کوئی چیز، ہندوستان میں ضروری اور لازم ہے تو مسلمانوں کا شرعی اُصولوں کے ساتھ باضابطہ منظّم ہونا ہے، مگر افسوس کہ یہ چیز جتنی ضروری اور اقدم واہم ہے اسی قدر اس کے ساتھ بے اعتنائی اور لاپرواہی برتی گئی اور آج تک باوجود ادراک واحساس وہی غفلت اور وہی جمود ہے۔

پیہم مصائب اور متواتر آلام کا یہ ثمرہ ہے کہ پہلے اس کا ادراک و احساس افراد تک محدود تھا پھر مقتدر اور منتظم بالشان جماعت کو ہُوا اور آج بحمد اللہ یہ حالت ہے کہ ہندوستان کا گوشہ ایسا نہیں جس سے یہ خوش آئند آواز سُنائی نہ دیتی ہو کہ مُسلمانوں کی تنظیم کی ضرورت ہے...

چنانچہ اُنھوں (یعنی جمعیت عُلمائے ہند کے ارباب حل و عقد اور اس کے کارکنان) نے اجلاس جمعیۃ العلماء ہند ۱۹۲۱ء امارت شرعیہ فی الہند کی تجویز منظور کی جو زیرِ صدارت حضرت علّامہ ابوالکلام صاحب آزاد منعقد ہُوا تھا۔ اور اسی اجلاس میں امیرِ شریعت کے اُصول کو منضبط کرنے اور بعض اُمور کی تشریحات کے لیے ایک مجلس بنائی گئی اور اسی اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ ایک ماہ بعد فوراً ایک دوسرا خصوصی اجلاس اس مسودہ کی منظوری اور انتخاب امیرالہند کے لیے منعقد کیا جائے مگر جس ہفتہ میں اجلاس خصوصی تھا وہی وقت حکومت کے جبر واستبداد کے کامل مظاہرہ اور قوم کے دلیرانہ مقابلہ کا تھا اور مولانا ابوالکلام صاحب آزاد اور دوسرے عُلماء وغیرہ بھی گرفتار ہوتے اور شاید دُشمنان اسلام کی طرف سے جابجا عنوانوں سے یہ مشہور کیا گیا کہ اجلاس ملتوی ہوگیا۔ بات بھی لگتی ہُوئی تھی کیونکہ خاص خاص مراکز میں گرفتاریاں عام تھیں۔ جن اراکین کے کانوں تک التواء کی غلط آواز پہنچی اُنھوں نے قرائن پر قیاس کرکے صحیح سمجھا جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اتنے ارکان نہ پہنچ سکے جن کی موجودگی میں اجلاس منعقد ہو سکتا مگر پھر بھی بعض حضرات علمائے اکابر و بعض ارکان زعمائے ہند پہنچ گئے تھے۔ مثلاً مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب، مولوی ظہور احمد صاحب سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ وغیرہ، آخر ان حضرات کا باہمی مشورہ ہُوا اور اس مجلس نے جو ترتیب مشورہ کے لیے مرتّب ہُوئی تھی، مسودہ مرتّب کیا۔

بعدہٗ کچھ ایسے واقعات وحوادث پیش آئے کہ اس مسودہ پر مجلس منتظمہ کو غور کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس بناء پر جمعیت عُلمائے ہند کے اجلاس اجمیر میں یہ غور کیا گیا کہ امارت شرعیہ ہند کے قیام میں چونکہ بہ ہمہ وجوہ متعددہ تعویق ہے اس لیے جب تک صوبہ وار امارت شرعیہ

کی جائے اور اس لیے جمعیّت علمائے ہند نے صُوبہ وار جمعیتوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک تجویز کے ذریعے سے اُن کو ہدایت کی کہ جلد از جلد صوبہ وار امارت شرعیہ قائم کریں، مگر صُوبوں کے ناظم اس دَور میں اپنے صوبہ کے کاموں کے ذمّہ دار تھے، اس لیے غالباً اس تجویز پر عمل نہ کرسکے، پھر فروری ۱۹۲۲ء میں بمقام دہلی جلسہ منتظمہ میں مسودہ فرائض و اختیار امیر شریعت اور نظام نامہ امارت شرعیہ فی الہند کو طبع کراکر تمام ارکان انتظامیہ جمعیۃ علمائے ہند اور دیگر اہل الرائے کی خدمت میں بھیجنے کی تجویز منظور ہوئی چنانچہ اس تجویز کے مطابق عمل بھی ہوا۔ یہ ہیں جمعیّت علمائے ہند کے مساعی جمیلہ جو اس نے ہندوستان کے اندر سب سے پہلے اجتماعی زندگی کے اُصول کے قیام اور اجرائے نظام کے لیے آج تک انجام دیے ہیں، لیکن افسوس کہ حالات نے مساعدت نہ کی اور عملی شکل اختیار نہیں کی۔ شاید اس تعویق اور تاخیر میں یہ مصلحت ہو کہ اس وقت ہندوستان کے بہت سے ارباب حل و عقد عُلماء وغیرہ قید خانوں میں محبوس تھے۔ اس لیے امارت کے قیام و استحکام کے لیے ان اصحاب کے باہر آجانے کی ضرورت تھی تاکہ تمام یا اکثر ارباب حل و عقد عُلماء و غیر عُلماء غور و فکر کے بعد ایک مضبوط بنیاد پر اس کو قائم کریں۔ کیونکہ اس کی بُنیاد تو انسانی قلوب کی زمین پر ہوتی ہے نہ کہ مٹی کے ڈھیر یا پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور اس کا حصار و اسلحہ خانہ تو صرف حقیقی ایمان ہے نہ کہ توپ و تفنگ اس لیے قلوب کے انشراح کی ضرورت ہے اور انشراح کامل شاید کچھ سکون ہی کی حالت میں ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ تدبّر و تفکّر سے کام لیا جائے۔

اَب وقت ہے کہ عُلماء و غیر عُلماء اس مسئلہ پر غور کریں کیونکہ دونوں اہل علم و اہل الرائے حضرات موجود ہیں جو ارباب حل و عقد ہیں اور اُنھیں کا فرض ہے کہ اس مسئلہ پر غور کریں اور جس قدر جلد ممکن ہو اس کو انجام دیں (ص: ۳۰۶/ ۳۰۵۔ ایضاً)

جمعیت علمائے ہند اجلاس ہشتم۔ پشاور۔ دسمبر ۱۹۲۷ء

اس اجلاس میں اپنے خطبہ صدارت میں مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا۔

جمعیت عُلمائے ہند نے اپنے گزشتہ اجلاسوں میں بھی اس مسئلہ پر متعدد مرتبہ زور دیا ہے اور اس نے دار الامارۃ اور دار القضاۃ کے اُصول و قواعد بنانے کے لیے ایک خاص کمیٹی مقرر کرکے مسودے بھی تیّار کرالیے ہیں لیکن چونکہ امیر کا انتخاب جمہور مسلمین کے اتفاق سے ہی ہوسکتا ہے اس لیے

آج تک بوجہ خوف افتراق اس کے عمل پر اقدام نہیں کیا گیا۔ ہندوستانی صوبوں میں سے صُوبہ بہار قابل مبارکباد ہے کہ اس نے امارت شرعیہ کا ایک نظام قائم کر رکھا ہے اور اس کے ماتحت بہت سے مفید قومی اور مذہبی کام انجام پاتے ہیں۔ اگر ہندوستان کے دوسرے صوبے بھی اس فرض کو ادا کریں تو پھر اُن کی اجتماعی قوّت سے صوبہ کی مقامی حیثیّت بھی بہت قوی ہوجائے گی اور تمام ہندوستان میں ایک منظّم محکمہ شرعیہ قائم ہوجائے گا اور اس حالت میں گورنمنٹ سے تنفیذی اختیارات حاصل کر لینا بھی آسان ہوگا۔" (ص: ۳۳۴۔ ایضًا)

کیے جانے والے بعض اعتراض اور اُن کے جواب

۱۔ مولانا ابو الکلام آزادؒ نے کہا :

بعض حضرات کا بیان ہے کہ اس سے ممکن ہے کہ کوئی نیا فساد اُٹھ کھڑا ہو۔

مَیں عرض کروں گا کہ اگر یہ طریقہ احکام شریعت سے ماخوذ ہے تو ہمارے سامنے یقین و برہان آگیا۔ اَب کیا آپ یقین کو شک کی خاطر چھوڑ دیں گے ؟ آپ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کوئی فساد پیدا ہوجائے مَیں کہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ فوز و فلاح حاصل ہوگی، پھر کیا شک لے کر آپ یقین کے مقابلے کے لیے اُٹھے ہیں۔ (خطبہ صدارت، مولانا آزاد، نومبر ۱۹۲۱ء)

۲۔ مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحبؒ کا بیان

حضرات ! مجھے معلوم ہے کہ اس دَور میں اس قدیم اُصول نظام پر کیا کیا اعتراضات اور شُبہات ہیں اسی کے ساتھ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بہت سے شُبہات تو صرف علائق خارجہ کے جذب و کشش سے پیدا ہوگئے ہیں اور بہت سے تردداتِ ماحول کے واقعات اور اخوان زمان کی کیفیات نفسیہ سے حادث ہُوئے ہیں۔ ان متردّدین اور مشکّکین میں بہت سے ایسے حضرات ہیں کہ اُن کے دل و دماغ پر خارجی اثرات نے اتنا گہرا اثر جما دیا ہے کہ اب شاید اُن کے دل و دماغ میں حقیقی نظام اسلام کی تجسس کے لیے بھی کوئی جگہ باقی نہیں ہے اور بہت سے حضرات ایسے ہیں کہ اگرچہ وہ بھی کسی حد تک خارجی اثرات سے متاثّر ہیں لیکن مجھے یقین کامل ہے کہ وہ اصل نظام کی مکمّل صُورت کے متجسس ہیں اور اگر یقین ہوجائے کہ شرعی اُصول سے نظام اسلام کی یہی واحد شکل ہے تو یقینًا اس کے آگے جبینِ نیاز رکھنے کو تیّار ہیں۔

اس لیے مجھے یقین ہے کہ ایسے حضرات کی کامل تشفی اس وقت ہوجائے گی جب کہ نظامِ اسلام کے متعلق جمعیّت عُلماء تالیف و تصنیف کا محکمہ قائم کر کے اس ضرورت کو پُورا کرے گی۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی عُلمائے ربانیین سے علمی مجالس اور خاص صحبتوں میں گفتگو کر کے تشفی حاصل کی جاسکتی ہے اس لیے اگر عُلمائے کرام کا ایک طرف یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی تشفی و تسکین کا سامان مہیّا کریں اور حقائق کے سمجھانے کی کوشش کریں تو دوسری طرف ان کا فرض یہ ہے کہ وہ بھی نہایت اخلاص کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں۔

یہ ضروری نہیں کہ ایک دو صحبتوں میں اگر کسی مسئلہ کے متعلق انشراح نہ ہو تو اس کو خلافِ حق سمجھ لیا جائے۔ ایسا خیال کرنا ہی ضلالت کا باعث ہے کیا معلوم نہیں کہ ائمہ کرام کو ایک ایک مسئلہ کے انشراح کی طلب میں برسوں لگتے تھے۔ ایک ایک بات کی تفکر میں حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ شب بھر بستر مُبارک پر بے چینی کے عالم میں کروٹیں بدلا کرتے تھے۔ پس اگر آج چند گھنٹوں میں کسی مسئلہ کا انشراح نہ ہو تو اس کی تحقیق سے پہلو تہی نہ کرنی چاہیے۔

(خطبہ صدارت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب۔ اجلاس جمعیۃ العلماء ہند جنوری ۱۹۲۵ء)

۳۔ حضرت سیّد سلیمان ندویؒ کا بیان

حضرات! دوسری چیز یہ ہے کہ ہم انھی تمام قوتوں کو ایک مرکز پر جمع کریں۔ ہمارے خیالات و اعمال میں جو ایک طوائف الملوکی پیدا ہے وہ دُور ہو۔ حالت یہ ہے کہ ہم کو مذہبی، تعلیمی سیاسی اقتصادی، اصلاحی، تبلیغی ہر قسم کی ضرورتیں ہیں اور ان ضرورتوں کے لیے ہم نے الگ الگ انجمنیں قائم کرلی ہیں جن میں روزانہ تصادم رہتا ہے اور ہر ایک کمی سرمایہ سے نالاں ہے اور ہر ایک اپنی مرکزیت کے لیے کوشاں ہے ہم کو معلوم ہے کہ اُونچے طبقے کے لوگ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ اصحاب کی جماعت اس سپردگی کے ننگ کو گوارا نہ کرے گی لیکن بہرحال مِلّت کی کثیر تعداد جو عام طبقوں پر مشتمل ہے ضرور اس میں شرکت پر آمادہ ہوگی۔

ہندوستان میں اب اور اب سے زیادہ آئندہ مُسلمانوں کو اپنی بقا کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک امارت شرعی کے ماتحت اپنے کو منتظم کریں۔ تعلیم یافتہ اصحاب کو شُبہ ہے کہ عُلماء اس پردہ میں اپنی کھوئی ہُوئی وجاہت کو دوبارہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہ صاف کردینا چاہیے

ٹرکی میں مصطفےٰ کمال، مصر میں سلطان فواد، عرب میں ابن سعود، ریف میں محمد بن عبدالکریم ریاست اسلامی کا دعوای کرسکتے ہیں اور ہم لوگ اس کو قبول کرنے کو تیار ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ہندوستان میں ایک غیر مسلح اہل اور صاحب لیاقت قائد کے ہاتھ پر بیعت نہ کرسکیں۔ اس کے لیے باقاعدہ بوریا نشین ہونے کی ضرورت نہیں، صرف اس کے دل کو اسلام سے آشنا ہونے کی حاجت ہے اس کے لیے اپنے مذہب اور مذہبی احکام سے ایک حد تک واقف ہونے کی ضرورت ہے... الخ

چند سال پہلے جب اس کے لیے موسم مناسب تھا محض اس لیے بعض اکابر نے اس سے پہلو تہی کی کہ تمام مسلمان اس پر متفق نہیں ہوسکتے۔ اس لیے جب تک اتفاق عام نہ ہوجائے اس کو قائم نہ کیا جائے۔ میری رائے میں حد درجہ غلطی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کسی طاقت کے بغیر تمام مسلمان ازخود ایک مرکز پر متفق ہوجائیں۔ اس لیے اس خیالِ خام سے ہٹ کر ہم کو صرف یہ کرنا چاہیے کہ صوبوں میں اس کے متعلق کوشش کریں۔ جن صوبوں میں مسلمان بالکل صفر ہیں جیسے مدراس ممالک متوسط وغیرہ وہاں اس کی سب سے پہلے ضرورت ہے اور جس قدر مسلمان بھی اس مسئلہ پر متفق ہوسکیں اور اس تحریک پر آمادہ ہوسکیں ان کو ساتھ لے کر آگے بڑھنا چاہیے۔ آئندہ اس سلسلہ کی خود وسعت ہوتی رہے گی تا آنکہ کسی وقت تمام مسلمان اس حلقہ میں آجائیں۔ اسلام کے عقیدہ میں نظم و جماعت کے بغیر ہم صحیح اسلامی زندگی پر یقیناً قائم نہیں ہیں کہ نصب الامۃ واجب۔

جو لوگ اس حقیقت کی تسلیم سے اختلاف کرتے ہیں کیا وہ امامت کے اُصولی مسئلہ پر اعتقاد نہیں رکھتے ؟ کیا ان کے نزدیک مسلمانوں کی اتنی بڑی آبادی میں کسی امامت کی ضرورت نہیں، یہ کہنا کہ امامت کے لیے نفوذ و اقتدار ضروری چیز ہے صحیح ہے لیکن یہ کامل امامت کی شرط ہے، مسئلہ کی صورت تو یہ ہے کہ اگر مسلمان کسی امر واجب کے ادا کرنے کی کماحقہ اور اس کو پورے شرائط کے ساتھ ادا کرنے پر قادر نہیں ہے تو آیا وہ واجب اس سے ساقط ہوجائے گا یا حسب استطاعت جہاں تک اس کی وسعت و قدرت میں ہو اس کو ادا کرنا ضروری ہے۔

(خطبۂ صدارت مولانا سیّد سلیمان ندوی اجلاس جمعیۃ العلماء ہند۔ مارچ ۱۹۲۶ء)

۴۔ مولانا انور شاہ کشمیری کی وضاحت

اگرچہ حکومت برطانیہ کے قیام اور تسلّط کی وجہ سے ان صوبہ وار امراء اور امیر اعظم کی کوئی

سیاسی حیثیت نہ ہوگی مگر مذہبی ضروریات کے فیصلے اور ان کے احکام سے صحیح طور پر واقع اور نافذ ہوسکیں گے اور مسلمانوں کا ایک بڑا مذہبی فرض (نصب امارت) ادا ہوجائے گا اور ان کی تمام مصیبتوں کا حل نکل آئے گا جن میں وہ آج کل مبتلا ہیں۔ (خطبۂ صدارت مولانا انور شاہ کشمیری ۔ اجلاس جمعیۃ العلماء ہند دسمبر ۱۹۲۷ء)

مولانا معین الدین اجمیری کے ایک خط کی وضاحت

۴۔ مولانا اجمیری نے مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے نام اپنے مکتوب میں لکھا

" لیکن دہلی کے جلسہ جمعیت العلماء کی شرکت نے اس سفر میں ایک جدید مانع پیش کر دیا کیونکہ اس کی تجویز کے مطابق ۱۷، ۱۸ ستمبر کو جلسہ منتظمہ قرار پایا ہے، اس میں ضبطیٔ فتوٰی و مسئلہ امامت پیش ہوگا جس کی طرف جناب مولوی ابو الکلام صاحب کو بے حد رجحان ہے، چونکہ اُن کو اس مسئلہ سے زیادہ دلچسپی ہے اس وجہ سے خالی الذہن عُلماء ان کی تقریر سے متأثر ہوتے اگر منجانب فقیر اس کے التوا کے متعلق مختصر و جامع تقریر نہ ہوتی تو کچھ عجب نہ تھا کہ حاضرین عُلماء اسی وقت اس مسئلہ کو طے کر دیتے۔ اس وجہ سے عُلماء دہلی کا یہ خیال ہے کہ فقیر خصوصیت کے ساتھ اس جلسہ میں شریک ہو" (ص: ۵۷ جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی)

مولانا نے یہ خط اگست ۱۹۲۱ء میں لکھا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ ضبطیٔ فتوٰی کے اگست ۱۹۲۱ء میں ہونے کے بارے میں "جمعیت العلماء ہند۔ دستاویزات مرکزی اجلاس ہائے عام" میں یوں ہے۔

"جمعیت العلماء ہند نے اپنے دوسرے اجلاس عام منعقدہ ۱۹۲۰ء بمقام دہلی ترکِ موالات کا فتوٰی جس پر ۴۸۴ عُلماء کرام نے دستخط کیے جاری کیا کہ ایسی ملازمت جس میں دُشمنانِ دین کی امداد اور اعانت ہو اور اپنے بھائیوں کو قتل کرنا پڑے وہ قطعاً حرام ہے۔ یہ فتوٰی اور اس کا خلاصہ شائع کروا کر تقسیم کروا دیا۔ ۸ اگست ۱۹۲۱ء کو متفقہ فتوٰی اور اس کا خلاصہ حکومت نے ضبط کر لیا، لیکن جمعیت نے اسے بار بار شائع کروا کر قانون شکنی کی، اس جرم کی پاداش میں وسط ستمبر ۱۹۲۱ء میں بہت سی گرفتاریاں ہوئیں۔ مولانا شوکت علیؒ، مولانا محمد علیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ،

پیر غلام مجدد، ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور مولانا نثار احمد گرفتار ہونے والوں میں سے تھے۔ ان پر کراچی کا مشہور مقدمہ چلا۔ (ص: ۲۰)

خود شیخ الہند رحمہ اللہ کا خطبہ صدارت جون ۱۹۲۰ء کے اجلاس عام میں پڑھ کر سُنایا گیا۔ ترک موالات کی بحث کو شامل تھا اور شیخ الہند رحؒ نے کھل کر موالات کو حرام کہا۔

حاصل یہ ہے کہ مولانا اجمیری نے اپنے مکتوب میں دہلی کے جس جلسہ جمعیّت العلماء کا ذکر کیا ہے وہ اگست ۱۹۲۱ء میں منعقد ہُوا تھا۔ وہ کوئی اجلاس خاص تھا جس میں اور اُمور کے علاوہ مسئلہ امامت بھی زیرِ غور آیا یا ممکن ہے کہ خود مولانا آزاد کی تحریک پر یہ اجلاس بُلایا گیا ہو۔ اس کی طرف مولانا آزاد کے اس جلے میں اشارہ ہے۔

"جب مَیں نے دیکھا کہ اب یہ مسئلہ منظر عام پر آچکا ہے اور جمعیۃ العلماء اس کا آخری اور قطعی فیصلہ کر سکتی ہے تو یہی مناسب معلوم ہُوا کہ اسے جمعیّت کے حوالے کر کے بالفعل خود سبکدوش ہو جاؤں، چنانچہ ارکان جمعیّت کی ایک خاص مجلس شوریٰ منعقدہ دہلی میں یہ مسئلہ پیش ہو کر بالاتفاق منظور ہُوا۔

اسی اجلاس میں مولانا آزاد نے اپنا مافی الضمیر بیان کیا اور اپنی تقریر سے موجود عُلماء کو متأثّر کیا جو نفس امارت شرعیہ فی الہند کو قائم کرنے پر نہ صرف متفق ہو گئے ہوں بلکہ ان میں سے بہت سے اس پر بھی آمادہ ہو گئے ہوں کہ مولانا آزاد کے ہاتھ پر اسی وقت بیعت ہی کر لیں۔ مولانا اجمیری نے یہ دیکھ کر وہ کلمات کہے جو اجمیری سلسلہ کے مولانا منتخب الحق قادری صاحب نے نقل کیے یعنی

"عُلماء کے اس مؤقر اجتماع میں تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے اور صرف اشارہ کافی ہے۔ میں جملہ عُلماء کی توجّہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس تقریر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو آپؓ نے حج سے واپسی پر اس قسم کا چرچا سُن کر کی تھی کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اگر حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا تو ہم فوراً اور دفعتہً فلاں شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کریں اور پھر فرمایا کہ فلتۃ بیعۃ اُمّت کے حق میں کبھی مفید نہیں ہو گی۔ اگر لوگ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے استدلال کریں گے تو بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کریں گے اس لیے کہ حضرت ابوبکرؓ واحد شخصیّت ہیں جن کے لیے اس قسم کی بیعت خالی از مضرت تھی۔ آن کے علاوہ

کوئی دوسرا شخص ایسا موجود نہیں ہے۔" (بحوالہ جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی)

مولانا اجمیری کی اس توجہ دلانے پر جلسے کا رنگ ایک دم بدل گیا اور ایک شرعی حکم سامنے آنے پر بدلنا ہی چاہیے تھا۔ مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہما اللہ نے بھی غور و فکر کرنے کی تائید کی۔ نفس امارت شرعیہ کے قیام پر وہ بھی متفق تھے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے حق میں تقریر بھی کر چکے ہوں، البتہ سوچ سمجھ کر کسی خاص شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بارے میں انھوں نے بھی مولانا اجمیری کی تائید کی۔

معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷، ۱۸ ستمبر ۱۹۲۱ء کو جو مجلس منتظمہ کا اجلاس ہوا اس میں بات اس حد تک رہی کہ امیر الہند کا انتخاب ہونا چاہیے اور یہ انتخاب نومبر ۱۹۲۱ء کو لاہور میں ہونے والے اجلاس عام میں کر لیا جائے گا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ نومبر ۱۹۲۱ء کے اجلاس عام میں مولانا آزاد کے امیر الہند منتخب کیے جانے کی اُمید لگائے بیٹھے تھے لیکن مخالفین کی جانب سے اعتراض کیے جانے کی بناء پر یا از خود ضرورت محسوس کرنے کی بناء پر انتخاب سے پہلے ایک سب کمیٹی بنا کر اس سے امیر شریعت کے اختیارات و فرائض کی تعیین طلب کی گئی۔ اس کے بعد انتخاب کی تاخیر کی وجوہات مولانا محمد سجاد صاحب کے خطبہ صدارت میں مذکور رہیں۔

انتخاب کے مسلسل التواء سے ممکن ہے کہ مولانا آزاد نے اپنے سابقہ تجربات کی بناء پر سمجھ لیا ہو کہ جمعیت علماء ہند کے پلیٹ فارم سے بھی یہ معاملہ حل ہونے والا نہیں ہے۔

تجویز امارت شرعیہ فی الہند کے تمام پہلوؤں کو سامنے لانے کے لیے آخر میں مسودہ فرائض و اختیارات امیر الشریعۃ فی الہند نقل کیا جاتا ہے۔

مسودہ فرائض و اختیارات امیر الشریعت فی الہند

۸ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق ۹ دسمبر ۱۹۲۱ء

یہ مسودہ جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس لاہور کی تجویز کے بموجب ماتحت مجلس (سب کمیٹی) نے مرتب کیا تھا۔ اگرچہ متعدد مشکلات کے باعث کوشش اور جدوجہد کے باوجود امارت شرعیہ کا خاکہ اب تک تک آمیزی

عمل سے خالی ہے مگر چونکہ شرعی نقطۂ نظر سے اس کی اہمیت کو کسی وقت بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا نیز اس مسودہ کے مضامین سے بہت سے ان شکوک کا ازالہ ہوسکتا ہے جو قیامِ امارت کے مخالف حضرات پیش کیا کرتے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلہ تجاویز میں اس مسودہ کو شائع کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔[1] (محمد میاں عفی عنہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رودادِ جلسہ سب کمیٹی

منعقدہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ - ۹ دسمبر ۱۹۲۱ء بمقام بدایوں

اسمائے حاضرین

مولانا مولوی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمیعۃ علمائے ہند۔ مولانا سبحان اللہ صاحب مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب، مولانا محمد فاخر صاحب، مولانا عبدالماجد صاحب، مولانا محمد سجاد صاحب، مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی نائب ناظم جمیعۃ علماءِ ہند۔

۸ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ، ۹ دسمبر ۱۹۲۱ء روز جمعہ کو بعد نماز جمعہ سب کمیٹی کے ارکانِ موجودہ نے اجلاس کیا۔

اس اجلاس میں علاوہ ارکان سب کمیٹی کے حضرات ذیل بھی موجود تھے۔

حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب، مولانا سید سلیمان صاحب ندوی۔ سید ظہور احمد صاحب سیکرٹری مسلم لیگ مولانا غلام محمد صاحب شملوی، مولانا احمد مختار صاحب صدیقی، مولانا نذیر احمد صاحب خجندی، مولانا یعقوب بخش صاحب بدایونی، مولانا اعجاز احمد صاحب، مولانا سراج احمد صاحب، مولانا عبدالوہاب صاحب، مولانا عبدالودود صاحب، مولانا نور الحسن صاحب، مولانا فرخندہ علی صاحب

(۱)

سب کمیٹی نے موافق تجویز منظور شدہ اجلاس جمیعۃ علماء ہند منعقدہ ۲۲ نومبر ۱۹۲۱ء بمقام لاہور امیر الہند کے فرائض و اختیارات کا حسبِ ذیل مسودہ تیار کیا۔

امیر الہند کے فرائض

دفعہ ۱:- فرائض اسلامیہ کی تعمیل کرانا۔ منہیات شرعیہ سے روکنا یعنی احکام شرعیہ کو بقدر استطاعت عملاً نافذ کرنا۔

تشریح: فرائض اور منہیات اور احکام شرعیہ سے مراد وہ فرائض اور منہیات اور احکام ہیں جو متفق علیہا ہیں۔

---

[1] حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی نے ۱۳۴۱ھ میں اس مسودہ کو جیدبرقی پریس دہلی سے چھپوا کر شائع کیا تھا۔

دفعہ ۲۔ اقامت بیوت مال۔

دفعہ ۳۔ اقامت محکمہ جات قضا

دفعہ ۴۔ اقامت نظارۃ اوقاف اسلامیہ۔

دفعہ ۵۔ اقامت نظارۃ التعلیمات

دفعہ ۶۔ اقامت نظارۃ التبلیغ والارشاد

دفعہ ۷۔ اقامت نظارۃ منافع عمومیہ

دفعہ ۸۔ اقامت محکمہ احتساب۔

نوٹ: امیر کو ان تمام فرائض میں سے کل یا بعض کو جاری کرنے یا مقدم و موخر کرنے کا حسب تفویض جمعیۃ علماء ہند اختیار ہوگا۔

اختیارات امیر الہند

دفعہ ۹۔ امیر اپنے فرائض میں سے اُن فرائض کو جن کی تنفیذ اُصولاً جمعیۃ علماء ہند اس کے سپرد کرے گی۔ نافذ کرنے کا مجاز ہوگا۔

دفعہ ۱۰۔ صوبجات کے اُمراء شریعت اور محاکم شرعیہ کے نظّار و اعلیٰ افسر مقرر کرنے یا معزول کرنے کا اختیار امیر الہند کو ہوگا۔

دفعہ ۱۱۔ امیر الہند بشرکت جماعت انتظامیہ جمعیۃ علماء ہند سالانہ بجٹ تیار کرے گا۔ اس کے موافق خرچ کرنے کا مجاز ہوگا۔

دفعہ ۱۲۔ امیر الہند اپنے تمام اختیارات کو اس مجلس شوریٰ کے مشورے کے مطابق استعمال کریگا جو جمعیۃ علماء ہند معین کرے گی۔

دستخط محمد کفایت اللہ غفرلہ

محمد سبحان اللہ گورکھپور — فقیر سیّد محمد فاخر بے خود محمدی الہ آبادی غفرلہ

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ: امیر کی مدّت امارت مقرر ہونی چاہیے۔

(۲)

فرائض و اختیارات کے بعد بغرض سہولت کار سب کمیٹی مناسب سمجھتی ہے کہ امارت شرعیہ کے دیگر متعلقات کی نسبت بھی اپنے خیالات کا اظہار کردے۔

امیر الہند کے اوصاف لازمہ

دفعہ ۱۔ امیر الہند کی منزلت شرعیہ "امیر الناحیہ" کی ہوگی اور مسلمانانِ ہند پر ان کی اطاعت لازم ہوگی۔

دفعہ ۲۔ علوم شرعیہ بالخصوص تفسیر و حدیث و فقہ میں متبحر عالم ہو۔

دفعہ ۳۔ اعمال و اخلاص کے لحاظ سے اُمّت کے لیے اسوۂ حسنہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

دفعہ ۴۔ سیاسیات میں حسبِ ضرورت وقت واقفیّت رکھتا ہو۔

دفعہ ۵۔ اس کی انتظامی قابلیّت اور ایمانی جرأت کا تجربہ ہو چکا ہو۔

دفعہ ۶۔ ذاتی قابلیّت اور اسلامی خدمات کی وجہ سے عوام و خواص کے اکثر طبقات کی معتدبہ جماعت پر اس کا اثر ہو۔

نصب و عزل امیر الہند

جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس عام ہی امیر الہند کا تقرّر و عزل کر سکتا ہے۔

امیر الہند کی مجلسِ شوریٰ

جمعیۃ عُلماء ہند ایک مجلس منتخب کرے گی جس کے ارکان کی تعداد کم از کم سات ہوگی اور جس میں پانچ عالم اور دو غیر عالم ماہرین سیاست ہوں گے۔ یہ مجلس امیر الہند کی مجلسِ شوریٰ کہلائے گی اور امیر الہند اس کے مشورہ کے مطابق کام کرنے کے پابند ہوں گے۔

(۳)

یہ صرف اُصولی طور پر خاکہ مرتّب کیا گیا ہے۔ فرعیات کے ابواب جُداگانہ جمعیۃ عُلماء ہند کی ہدایت کے بموجب جمعیۃ التشریح مرتّب کرے گی۔

حاصلِ مُطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

اپنے لیے ملائکہ سے دُعا کرانے کی شکل

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت ابو دَرْدَاءؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سُنا آپ فرمار ہے تھے۔

اِذَا دَعَا الرَّجُلُ لِاَخِیْہِ بِظَھْرِ الْغَیْبِ قَالَتِ الْمَلَائِکَۃُ آمِیْنَ وَلَکَ بِمِثْلٍ۔[1]

جو شخص اپنے بھائی کے لیے اس کے پس پُشت دُعا کرتا ہے تو فرشتے اُس کی دُعاء پر آمین کہتے ہیں اور کہتے ہیں تجھ کو بھی اللہ یہی چیز نصیب فرمائے۔

اس حدیث شریف سے مستفاد ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے لیے کسی معاملہ میں فرشتوں سے دُعاء کرانا چاہے تو اس کی صُورت یہ ہے کہ وہی دُعاء اپنے کسی مُسلمان بھائی کے لیے اس کے پسِ پُشت کرے۔

شراح حدیث نے لکھا ہے کہ "پسِ پُشت کے حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی کے لیے سِرًّا یعنی آہستگی کے ساتھ دُعا کرے جس کو وہ سُن نہ رہا ہو اگرچہ اُسی مجلس میں ہو یا اُسی دستر خوان پہ ہو۔

امام ابو عاصم النبیلؒ

حضرت ابو عاصم ضَحَّاکُ بن مَخْلَدُ النَّبِیْلُ رحمہ اللہ (م ۲۱۲ ھ) اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث جلیل القدر تبع تابعی، حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد اور حضرت امام بخاریؒ کے اُستاذ ہیں حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ آپ کے متعلّق تحریر فرماتے ہیں۔

" ابو عاصم نبیل مشہور ائمہ حدیث میں سے ہیں، حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ

---

[1] ابوداؤد شریف ج:۱، ص: ۲۱۴ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

میں ان کا ترجمہ لکھا ہے محدّث صیمری نے اِن کو امام ابوحنیفہ رح کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور حافظ عبدالقادر قرشی رح نے الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ" میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کا نام ضحاک بن مخلدؒ اور نبیلؒ لقب ہے، "نبیل" کے معنی معزز کے ہیں۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ لقب کیوں ہُوا۔ تذکرہ نویسوں نے اس سلسلہ میں مختلف باتیں نقل کی ہیں لیکن امام طحاویؒ اور حافظ دولابی رح نے خود اِن کا بیان اس سلسلہ میں جو نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ امام زفر رح کے یہاں اکثر اِن کی حاضری ہُوا کرتی۔ اتفاق سے امام موصوف کے یہاں اِسی نام کے ایک اور شخص بھی آیا کرتے تھے جن کی وضع قطع بالکل گئی گذری تھی، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اِنھوں نے حسبِ معمول امام زفر رح کے دروازہ پر دستک دی، لونڈی نے آکر پُوچھا، جواب ملا ابوعاصم لونڈی نے اندر جاکر اطلاع دی کہ ابوعاصم دروازہ پہ حاضر ہیں، امام زفر رح نے دریافت فرمایا ان دونوں میں سے کون سے ابوعاصم ہیں۔ لونڈی کی زبان سے نکلا اَلنَّبِیْلُ مِنْھُمَا (جواُن دونوں میں معزز ہیں) ابوعاصم اجازت لے کر اندر آئے تو امام موصوف فرمانے لگے کہ اس لونڈی نے تمھیں وہ لقب دیا ہے کہ جو میرے خیال میں تم سے کبھی جُدا نہ ہوگا۔ اس نے تمھیں نبیل کے لقب سے مُلقّب کیا ہے، ابوعاصم کا بیان ہے کہ اس روز سے میرا یہ لقب پڑگیا، حافظ ابن العوام رح نے بھی اس واقعہ کو بسندِ متصل نقل کیا ہے، ابوعاصم کی وفات ۲۱۲ھ میں ہُوئی اس وقت آپ کی عمر نوے سال کی تھی۔ رحمہ اللہ، امام بخاری رح اِن کے شاگرد ہیں، فقہاء میں بھی بڑے نامور تھے ابنِ سعد رح اِن کے متعلّق لکھتے ہیں۔ " کَانَ ثِقَۃً فَقِیْھًا " عجلی کہتے ثِقَۃٌ کَثِیْرُ الْحَدِیْثِ وَکَانَ لَہٗ فِقْہٌ "۔ [1]

تین طبیب بہنیں

علّامہ ابن جوزی رحمہ اللہ (م: ۵۹۷ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

[1] حاشیہ ابن ماجہ اور علم حدیث ص۵۶

" صلت بن محمد جحدری کہتے ہیں کہ ہم سے بشر بن فضل نے بیان کیا کہ ہم حج کے ارادہ سے نکلے تو ہمارا عرب کے پانیوں میں سے ایک پانی پر گزر ہوا۔ اس جگہ ہم سے بیان کیا گیا کہ یہاں تین بہنیں ہیں جو بہت خُوب صُورت ہیں اور تینوں طبیب ہیں۔ علاج معالجہ کرتی ہیں، یہ سُن کر ہمیں ان کے دیکھنے کا اشتیاق ہوا ہم نے اس کا یہ حیلہ کیا کہ اپنے ایک ساتھی کی پنڈلی کو ایک لکڑی سے چھیل دیا جس سے وہ خُون آلُود ہوگئی۔ پھر ہم نے اپنے ساتھی کو ہاتھوں پر اُٹھایا اور لوگوں سے کہا کہ اسے سانپ نے ڈس لیا ہے " فَهَلْ مِنْ رَاقٍ " کیا کوئی جھاڑنے والا ہے؟ ان میں سے چھوٹی بہن نکل کر آئی ایسی خُوب صُورت کہ لگتا تھا سورج نکل آیا، وہ آکر ہمارے ساتھی کے پاس کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی اسے سانپ نے نہیں ڈسا ہم نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا اس کا جسم ایسی لکڑی سے چھل گیا ہے جس پر نَر سانپ نے پیشاب کیا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اس کے بدن کو دُھوپ لگے گی تو یہ مر جائے گا، واقعی جب سورج طلوع ہوا تو وہ شخص مر گیا ہمیں اس پر بڑا ہی تعجب ہوا۔" [1]

دہشت سے موت

علّامہ دُمَیرِیؒ رحمہ اللہ (م : ۸۰۸ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

" ماہرین حیوانات کا خیال ہے کہ صرف دہشت ہی ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے زہر میں ہیجان پیدا ہوتا ہے کیونکہ دہشت کی وجہ سے انسانی بدن کے مسامات کھل جاتے ہیں اور زہر بہ آسانی بدن میں سرایت کر جاتا ہے، چنانچہ حکایت ہے کہ ایک شخص درخت کے نیچے پڑا سو رہا تھا درخت کی ایک شاخ پر سانپ تھا اس نے لٹک کر اُس شخص کے سر میں کاٹ لیا جس سے اُس شخص کی

---

[1] کتاب الاذکیاء عربی ص۲۴۶

آنکھ کُھل گئی اور چہرہ سُرخ ہوگیا، اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن کوئی چیز نظر نہ آئی، وہ سر کھجاتا ہُوا پھر سو گیا، (اُس کو زہر کا کچھ اثر نہ ہُوا) جب اس واقعہ کو کئی دن گزر گئے تو ایک آدمی جس نے سانپ کو کاٹتے دیکھا تھا اُس نے اِس سونے والے سے کہا پتہ ہے تم درخت کے نیچے سو رہے تھے تو تمہاری آنکھ کیوں کھلی تھی؟ اس نے کہا بخدا مجھے تو کچھ بھی پتہ نہیں، اس نے کہا کہ اس دن ایک سانپ نے درخت کی شاخ سے لٹک کر تمہارے سر میں ڈس لیا تھا، یہ سُنتے ہی اس شخص پر خوف اور گھبراہٹ طاری ہُوئی اور مر گیا"۔[1]

ذکر سے غافل مچھلی

علّامہ دُمیرِیؒ رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"کتاب صفۃ الصفوۃ کے آخر میں ابوالعباس بن مسروق سے روایت ہے ـــــــ وہ فرماتے ہیں کہ میں یمن میں تھا ـــــــ

وہاں مَیں نے ایک ماہی گیر کو دیکھا کہ دریا کے کنارے بیٹھا ہُوا مچھلیاں پکڑ رہا ہے اور اُس کے ایک طرف اس کی لڑکی بیٹھی ہُوئی ہے، جب بھی وہ ماہی گیر مچھلی پکڑ کر زنبیل میں ڈالتا لڑکی اُس کو پکڑ کر (باپ کی بے خبری میں) دریا میں ڈال دیتی ایک مرتبہ اس نے پیچھے مُڑ کر یہ دیکھنا چاہا کہ مچھلیاں کتنی ہوگئی ہیں تو دیکھا کہ زنبیل خالی ہے، اُس نے لڑکی سے پُوچھا بیٹی مچھلیوں کا کیا بنا؟ (وہ کہاں گئیں) لڑکی نے جواب دیا اَبّا جان مَیں نے آپ کو سُنا تھا کہ آپ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ حدیث روایت کر رہے تھے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"وہی مچھلی جال میں پھنستی ہے جو اللہ کے ذکر سے غافل ہوتی ہے"۔ لہٰذا مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ مَیں ایسی چیز کھاؤں جو اللہ کے ذکر سے غافل ہو، لڑکی کا یہ جواب سُن کر باپ رو پڑا اور جال کو پھینک دیا"۔[2]

---

[1] حیاۃ الحیوان، ج: ۱، ص: ۳۹۴ طبع مصر [2] ایضاً ص ۵۶۸

ادائے قرض کی دُعاء

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک انصاری صحابی جنھیں اَبُو اُمَامَہ کہا جاتا ہے وہ بیٹھے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا :

"اے ابو اُمامہ کیا بات ہے میں تمہیں نماز کے وقت کے بغیر ہی مسجد میں بیٹھا دیکھ رہا ہوں ؟" اُنھوں نے عرض کیا هُمُومٌ لَزِمَتْنِیْ وَدُیُوْنٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ" اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فکر و غم نے گھیر رکھا ہے اور قرضوں نے جکڑ رکھا ہے، آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسی دُعاء نہ بتلادوں جسے اگر تم پڑھ لیا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری فکر دُور کردے اور قرض سے تمہیں نجات دے۔ ابواُمامہؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ جی ہاں ضرور بتلائیے آپ نے فرمایا صبح شام دونوں وقت یہ دُعاء پڑھا کرو" اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ" اے اللہ میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور پناہ چاہتا ہوں آپ کی، ناتوانی اور سستی سے، اور پناہ چاہتا ہوں آپ کی، بزدلی اور بخیلی سے، اور پناہ چاہتا ہوں آپ کی، قرض کے غلبہ اور لوگوں کے سخت دباؤ سے حضرت ابواُمامہ رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری فکر دُور فرمادی اور میرے اُوپر سے قرض کا بوجھ اُتار دیا۔ [1]

"حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک مُکاتَب غلام آکر کہنے لگا کہ میں اپنا بدلِ کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوں لہٰذا آپ میری مدد کیجیے، حضرت علی رضؓ نے فرمایا : کیا تمہیں میں وہ دُعاء نہ بتادوں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھلائی تھی (جس کی برکت سے) اگر تمہارے اُوپر پہاڑ کی مانند بھی قرض ہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے ذمہ سے ادا کردے گا وہ دُعاء یہ ہے اس کو)

[1] ابوداؤد شریف ج : ۱، ص : ۲۱۷، طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

پڑھ لیا کرو اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ ، وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ ۔ اے اللہ مجھے اپنے حلال مال کے ذریعہ حرام مال سے بے نیاز کردے (یعنی مجھے رزقِ حلال عطا فرما تاکہ اس کی وجہ سے حرام سے مستغنی ہو جاؤں) اور اپنے فضل و کرم کے ذریعہ اپنے ماسوا سے مجھے مستغنی کردے[1]

مذکورہ دونوں دُعاؤں کو کثرت سے پڑھنے سے بہت جلد قرض اُتر جاتا ہے ممکن ہو تو ایک تسبیح صُبح اور ایک تسبیح شام پڑھ لی جائے۔

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بُک بائنڈرز

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور ○ فون 7322408

[1] ترمذی ج: ۲، ص: ۱۹۶۔ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

مولوی محمد قاسم امینی

اخبار و احوال جامعہ (جدید)

محمد آباد رائے ونڈ روڈ

○ ۲۷ر جون - جناب طاہر محمود صاحب بھائی آفتاب احمد صاحب اور حافظ مجاہد صاحب بعد ظہر جامعہ مدنیہ (جدید) میں تشریف لائے زیرِ تعمیر مسجد حامد اور دیگر جگہوں کا معائنہ کرکے مسرّت کا اظہار کیا۔

○ ۲ر جولائی - مسجد حامد کی بنیاد کی سلیب ڈالی گئی -۲۵، ۳۰ مزدوروں نے صبح آٹھ بجے یہ کام شروع کیا اور رات ساڑھے ۱۲ بجے تکمیل ہوئی۔ والحمد للہ۔ جناب افتخار صاحب نے خصوصی طور پر کام کی نگرانی کی۔

○ ۵ر جولائی - ریٹائرڈ جنرل جناب تجمّل حسین صاحب شام ساڑھے پانچ بجے جامعہ مدنیہ (جدید) تشریف لائے۔ مسجد حامد، جامعہ جدید اور خانقاہ کے قیام پر مسرّت کا اظہار کیا۔

○ ۱۶ر جولائی - مولانا محمد قاسم صاحب ناظم مدرسہ دار الھدیٰ برمنگھم انگلینڈ سے تشریف لائے اور حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے ملاقات کی مختلف اُمور پر تبادلہ خیال ہوا۔

○ اسی روز جناب ریحان علی صاحب جامعہ مدنیہ (جدید) میں تشریف لائے اور مسجد و مدرسہ کے قیام و تعمیر پر خوشی اور مسرّت کا اظہار کیا۔

○ ۲۳ر جولائی - صبح ساڑھے دس بجے حضرت مولانا بشیر احمد حصاروی صاحب مدیر ماہنامہ الارشاد اسلام آباد و مرکزی رہنما حرکۃ الجہاد الاسلامی تشریف لائے۔

○ ۲۵ر جولائی - بعد از عشاء مولانا انعام الحق صاحب خطیب مسجد کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور، اور مولانا عبد الوحید مکّی صاحب مدینہ منوّرہ سے اور حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد یوسف صاحب، حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کی طرف سے کھانے کی دعوت پر تشریف لائے اور کھانا تناول فرمایا۔

○ ۲۷ر جولائی - حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب صبح ۸ بجے شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی اہلیہ محترمہ کی وفات پر تعزیت کے لیے کندیاں تشریف لے گئے واپسی پر جوہر آباد میں مولانا غلام ربّانی صاحب کے انتقال کی خبر ملی بعد مغرب نمازِ جنازہ میں

شرکت کی۔ رات کو خوشاب میں قاری سعید احمد صاحب کے ہاں قیام ہُوا۔ اگلے روز ۱۱ بجے بخیریت واپسی ہُوئی۔

○ ۲ِ اگست۔ صبح ۷ بجے جناب مولانا یسین صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے بھائی منوّر صاحب کلور کوٹ سے تشریف لائے۔ مختلف اُمور پر بات چیت ہُوئی۔

○ ۳ِ اگست۔ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کا فضائلِ جہاد کے موضوع پر حرکۃ "الجہاد الاسلامی کے دفتر میں بیان ہُوا۔

○ ۴ِ اگست۔ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم نے مولانا قاری زبیر صاحب اور حافظ مجاہد صاحب کی دعوت پر مکّی مسجد انارکلی میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا

○ ۱۱ِ اگست۔ بعد الجمعہ مولانا ایاز صاحب مہتمم جامعہ الاسلامیہ الفریدیہ شبقدر کانگڑہ اور مولانا عبید الرحمٰن خان صاحب مہتمم مدرسہ علوم اسلامیہ للبنات سرخ ڈھیری پشاور سے کھانے پر تشریف لائے۔

○ ۱۴ِ اگست۔ شام کو بھائی سلیم صاحب کراچی سے جامعہ مدنیہ (جدید) تشریف لائے۔ حافظ مجاہد صاحب بھی ہمراہ تھے۔

○ ۲۰ِ اگست۔ بھائی آفتاب احمد صاحب کراچی سے تشریف لائے اگلے روز صبح واپسی ہُوئی۔

○ ۲۴ِ اگست۔ جناب سیّد شبیر احمد صاحب کاکاخیل ممبر رؤیت ہلال کمیٹی اور چیف انجینئر اٹامک انرجی اسلام آباد ۱۱ بجے صبح تشریف لائے اور کچھ دیر قیام فرمایا بعدازاں اسلام آباد تشریف لے گئے

○ ۲۶ِ اگست۔ کراچی سے حافظ منیر احمد شریفی صاحب دوپہر کے کھانے پر تشریف لائے جامعہ مدنیہ (جدید) بھی جانا ہُوا۔

○ ۲۷ِ اگست۔ جناب محمد شفیع خان صاحب ۲۲ِ اگست کو امریکہ سے تشریف لائے۔ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے ملاقات کی۔ مسجدِ حامد اور جامعہ مدنیہ (جدید) کے قیام اور تعمیر و ترقی پر مسرّت کا اظہار فرمایا اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا فجزاہ اللہ تعالیٰ خیرا۔ ۲۷ِ اگست کی شام مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے اُن کے اعزاز میں دعوت کا اہتمام کیا جس میں اراکین شوریٰ اور دیگر معززین نے بھی شرکت فرمائی۔

بزمِ قارئین

(۱)

محترم المقام جناب حضرت مولانا محمود میاں صاحب دامت برکاتہم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اُمّید ہے مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں گے۔ اگست ۲۰۰۰ء کا شمارہ آپ حضرات کی کوششوں کی بنا پر اور اکابر حضرات کی برکت سے قابلِ دید تھا۔ اور سنگِ بُنیاد کی مکمّل کارروائی احسن طریقہ پر اس میں موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرمائیں۔

چند اشعار جامعہ مدنیہ کے بارے میں ایک پُرانے رسالہ خدّام الدّین میں تھے ارسال کر رہا ہُوں مناسب فرمائیں تو رسالہ میں شائع فرما دیں[۱]۔

حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب مدظلہ العالی اور دیگر حضرات کی خدمت عالیہ میں سلام مسنون اور دُعاؤں کی درخواست۔

والسّلام

ڈاکٹر سعید احمد خان حضرو ضلع اٹک

---

[۱] ملاحظہ فرمائیں ص۳۳

(۲)

قابلِ احترام حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اُمید ہے۔ آپ کے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔ آپ کی خصوصی دعوت پر لاہور جامعہ مدنیہ جدید، کی مسجد حامد کے سنگِ بُنیاد کی تقریب میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس مُبارک موقع پر جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم کی زیارت نصیب ہُوئی اور اُن کی مجلس میں اُنکا بابرکت اور نصیحت آموز ذکر سُننے کا موقع ملا۔

حضرتِ اقدس حضرت مولانا سیّد حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ میں عین اسی جگہ پر حضرت اسعد مدنی صاحب جلوہ فرما تھے اور دارالعلوم دیوبند کی یادیں تازہ کیے ہُوئے تھے۔ جہاں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات میں تشریف فرما ہُوا کرتے تھے۔ ایک لحاظ سے آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک خاص رُتبہ اور سعادت عطا فرمائی ہے کہ جس نیک مقصد کا حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے آغاز کیا اور جامعہ کے لیے زمین خریدی اُس نیک مقصد کی تکمیل کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں سے شروع کرا دیا ہے اور اِس پر یقیناً حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحِ انور کو فرحت نصیب ہُوتی ہوگی۔ اس کے لیے آپ کی کاوش بلاشبہ مُبارکباد کی مستحق ہے۔ دُعا ہے خداوند قدوس آپ کو اس نیک کام کو جاری رکھنے کا حوصلہ اور ہمّت عطا فرمائے اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

اس مُبارک تقریب کے احسن انتظامات پر آپ اور آپ کے رفقاء مُبارکباد کے مستحق ہیں جنھوں نے اپنی بہترین صلاحیتوں اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہُوئے نہایت محنت اور جانفشانی سے کام کیا۔ دُعا ہے۔ خداوند قدوس آپ کا اور تمام اکابرین کا سایہ ہم پر قائم رکھے۔ آمین

حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب مدظلہ العالی کی خدمتِ عالیہ میں سلام

والسّلام

آپ کا مخلص حاجی غلام مصطفٰی

صابر جنرل سٹور ڈیرہ اسمٰعیل خان

(۳)

شیخ الحدیث حضرت مولانا جناب محمود میاں صاحب السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

بندہ خیریت سے ہے آنجناب کی خیریت از درگاہ رب العزّت نیک مطلوب ہوں۔

طویل عرصہ سے خدمت اقدس میں حاضری سے محروم رہا بزعم ایں کہ اُستاذوں کو خط لکھنا بے ادبی ہے۔ براہِ راست خدمت اقدس میں حاضری کا سوچتے رہے مگر وسائل کی محدودی نے زیارت پُر نور سے دُور رکھا۔ مگر اب علاقہ کی خشک سالی نے اور شدّت کے قحط نے بالآخر اس بے ادبی پر مجبور کر ہی دیا۔

جناب محترم صُوبہ بلوچستان کی عام حالات میں بھی پسماندگی کسی سے پوشیدہ نہیں اور اب خاص کر کئی سالوں کی مسلسل قحط نے تو اور بُرا حال کر دیا۔ صوبہ بلوچستان کے اسّی فیصد گزر بسر لوگ مال مویشیوں کے ذریعہ سے کرتے ہیں مگر اَب یہ سب کچھ تلف ہو چکی ہیں یا ہو رہی ہیں اور جو زمینیں بارانِ رحمت سے سیراب ہُوا کرتی تھیں۔ وہ دیکھنے سے انسان کے چہرے کو جھلسا دیتی ہیں۔ الحمد للہ اللہ رب العزّت کا الف الف مرۃ شکر ہے۔ میرے محترم مشفق اُستادِ مکرم الحمد للہ اللہ رب العزّت نے اس بندۂ ناکارہ کو زمین بہت عطا کی ہے ۷۵۰۰۰ مربع میٹر زرخیز زمین پڑی ہے مگر بارانِ رحمت کی منتظر جس حصّے میں بارش کا پانی آیا اتنا حصّہ آباد۔ اگر اس میں ٹیوب ویل لگ جائے تو ساری کی ساری زمین آباد ہو سکتی ہے اور ہزاروں ٹن اناج اور ترکاری دے سکتی ہے تو ایسا انتظام کیونکر ہو سکتا ہے تو اس سلسلے میں کچھ ارباب ظاہر بینکوں سے قرضہ اُٹھانے کا شدّت سے مشورہ دیتے ہیں کہ اتنی بڑی زمین ویران پڑی ہے تو بندہ نے ضروری سمجھا کہ ان کے پُر خار مشوروں پر عمل کرنے سے پہلے آپ حضرات سے رجوع کر لیا جائے۔ آنجناب کی خدمت میں یہی گستاخی کریں گے کہ اپنے طور پر یا کسی مخیر و مقتدر مسلم بھائی سے قرضوں کی معاونت کرالیں۔ اگر ساری کی ساری زمین کا انتظام نہیں ہو سکتا تو کچھ کا انتظام ہو سکتا ہے۔

آنجناب کے شفقت بھرے حکم کا انتظار ہے

فقط والسّلام

آپ کا خادم ۔ ضلع خضدار بلوچستان

مؤرخہ ۲۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۱ھ بروز جمعۃ المبارک

خوشخبری

انشاء اللہ دس شوال المکرّم ۱۴۲۱ھ سے جامعہ مدنیہ (جدید) محمد آباد رائے ونڈ روڈ لاہور میں درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کیا جا رہا ہے نیز شعبہ تجوید روایت حفص بھی شروع کر دیا جائے گا جبکہ فی الحال حفظ قرآن کے شعبہ میں طلباء قرآن کریم کی تعلیم میں مشغول ہیں۔

طالبانِ علم نوٹ فرمالیں۔

ادارہ

تصحیح

گزشتہ ماہ انوارِ مدینہ کے سنگِ بُنیاد نمبر میں "بانیِ جامعہ مدنیہ" کے عنوان سے سیّد سلمان گیلانی کی نظم میں ایک مصرعہ میں سہوًا یہ لکھا گیا

اس شاخ کا وہ پیر، وہ زہّاد کا امام

جبکہ اصل میں یہ مصرعہ یوں ہے۔

عُشّاق کا وہ پیر، وہ زُہّاد کا امام